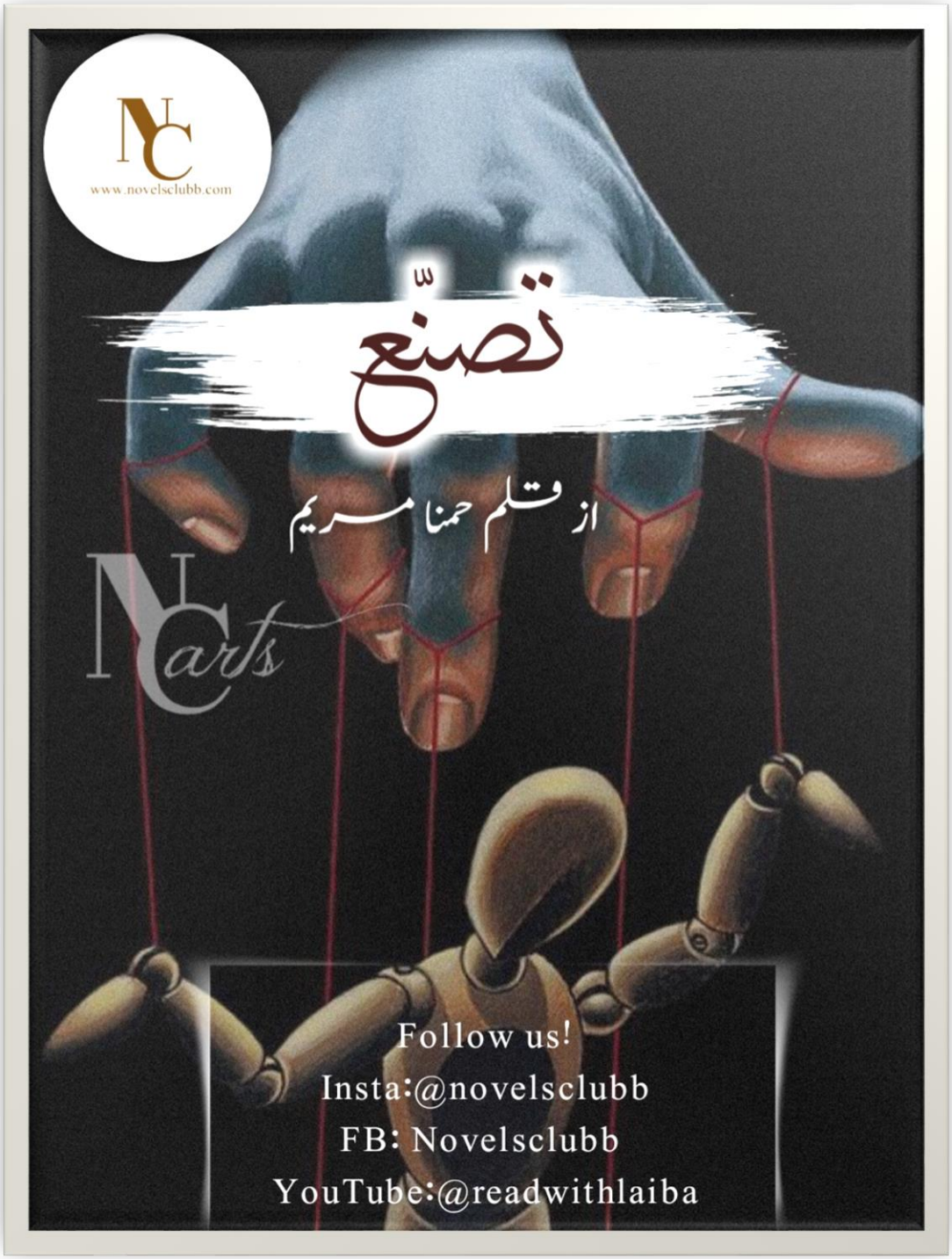
www.novelsclubb.com
تصنّع
از قلم حمنا مریم
Follow us!
Insta:@novelsclubb
FB: Novelsclubb
YouTube:@readwithlaiba

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری، ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842

تصنّع

از قلم

حمنا مریم

www.novelsclubb.com

ناول: تصنّع

از قلم: حمنا مریم

قسط نمبر: 03

زنجیرِ شب کی ہر کڑی ٹوٹ گئی نیلے فلک پر سورج ابھرا تو روشنی کی موج نے باسی پھولوں کی مرجھائی ہوئی پنکھڑیوں، گھونسلوں میں قید پرندوں، صبح خیزوں کے بوجھل چہروں کو زندگی کی نوید سنادی۔ سنہری صبح کے اسی لمحے روشنی کی لہر کا داخلہ شیشے کی آڑ سے "کہکشاں منزل" میں ہوا۔ اس لہر نے صوفہ پر گردن ڈھلکائے وجود کی پیشانی پر بل نمودار کر دیے مگر وہ وجود ہنوز آنکھیں بند کیے ہوئے تھا

www.novelsclubb.com

۔بائیں ہاتھ میں تھامے موبائل نے تھرتھراہٹ شروع کی اور سکرین روشن ہو گئی اب کی بار سبز آنکھوں سے پپوٹوں کا پہرہ ٹوٹ گیا۔اس نے موبائل سامنے کر کے سکرین کو دیکھا۔

جلد آرہی ہے... تمہاری موت "انگریزی میں لکھے گئے حروف اور ساتھ غصے سے تپا ہوا لال گلال ایموجی۔

موسٹ ویلکم "سینڈ آپشن پر انگوٹھے سے دباؤ بڑھایا پیغام اڑان بھرتا ہوا وصول کنندہ تک پہنچ گیا یا نہیں یہ دیکھے بنا ہی اس نے موبائل فون کو صوفہ پر رکھ دیا شاطرانہ مسکراہٹ لبوں پر پھیل گئی اس نے بائیں ہاتھ کی انگلیوں کو پھر سے سیاہ بالوں میں الجھا لیا۔صوفہ سے ٹیک لگائی اور شب بیداری سے سرخ ہوئی آنکھوں کو موند لیا۔پیشانی پر بل تھے دھوپ کے زیر اثر نہیں کسی سوچ کے زیر اثر،اسکی آنکھوں میں کچھ در آیا تھا کچھ مبہم سا.....

اگر اسکی سوچوں تک رسائی حاصل کرنے لگو تو رات کے ڈھائی بجے جیولری شاپ کا منظر تھا کہکشاں کے موبائل کی آواز بلند ہوئی جس نے سیاہ نقاب پوش شخص کو پلٹنے کے لیے اکسایا وہ شخص پلٹا اس کی آنکھوں میں وحشت تھی، عداوت تھی۔اسکے تیور خطرناک تھے۔

وہ برق رفتاری سے "کے کے "تک پہنچا تیز دھاری خنجر سے وار کرنا چاہا نیم تاریکی میں کہکشاں کو دیکھ کر اس کی آنکھیں انگارہ ہوئیں تھیں جیسے ابھی ابل پڑیں گی۔اسی لمحے کے کے نے ہوا میں اٹھے ہاتھ کو دبوچ لیا اپنا گھٹنہ مخالف کے پیٹ میں مارتے ہوئے چاکو چھینا اور اسے مزاحمت کا موقع دیے بغیر ہی خنجر چلا دیا۔

www.novelsclubb.com

وہ شخص درد سے بلبلا اٹھا۔

زوردار چیخ بلند ہوئی اور پھر نہ جانے کتنی چیخیں؟؟

درد سے کراہتا آدمی زمین پر ڈھیر ہو گیا اس سب کے دوران موبائل فون چمکنے کے ساتھ ساتھ گفتگو کرتا رہا اس نے نیچے جھک کر فون اٹھایا اور سبز بٹن پر دباؤ ڈال کر کان سے لگا لیا۔

"آپی آپ ٹھیک ہیں؟" عبداللہ ٹی وی لاؤنج میں صوفے پر بیٹھے فکر مند لہجے سے گویا ہوا عبداللہ کے لہجے میں فکر تھی اور پریشانی بھی۔ اس کا تنفس پھولا ہوا تھا۔

"ہاں عبداللہ تم کیوں پریشان ہو جاتے ہو؟" کمال کا اطمینان تھا۔

"آپی آپ پلیز گھر آجائیں ابھی کے ابھی" وہ روہانسی ہوا بہن کی آواز سن کر تھمی ہوئی دھڑکن بحال ہو گئی تھی۔

"مجھے کوئی ضروری کام نپٹانا ہے میں آجاؤں گی" کے کے نے پر سکون انداز سے جواب دیا۔

"کب؟؟" وہ بضد ہوا اس کا لہجہ فکریہ بھی تھا اور سخت بھی۔"

www.novelsclubb.com

کچھ وقت تک...." بائیں ہاتھ میں تھامے خنجر سے سرخ قطرے ہنوز فرش پر گر رہے تھے۔

مجھے ایگزیکٹ ٹائم بتائیں" عبداللہ بھی سب پوچھ کر ہی دم لینے والا تھا۔"

"چار بجے میں آجاؤں گی۔"

پکا؟؟؟"عبداللہ نے ایک بار پھر سے یقین دہانی کے لیے پوچھا۔مجال تھی وہ کبھی" بتائے ہوئے وقت پر پہنچ جائے اور اس بات سے عبداللہ بخوبی واقف تھا۔

زمین پر پڑے وجود نے جنبش کر کے اٹھنا چاہا۔

آہ..."اسکی کراہ بلند ہوئی آواز اتنی بلند نہ تھی کہ فون کی دوسری جانب عبداللہ" کے کانوں تک پہنچی ہوتی لیکن پھر بھی کہکشاں نے اس کا منہ بند کروانا چاہا اور سرخ ہیل کو کروٹ لیے شخص کے گال پر رکھ دیا۔

"اپنا خیال رکھیں گی؟؟"

تم کس لیے ہو؟" چار انچ کی ہیل اس شخص کے گال میں دھنس گئی۔"

رکھیں گی؟" وہ پُر سکون تھی مگر عبداللہ؟ وہ مضطرب تھا۔"

ہاں.... کے کے اپنی حفاظت خود کر سکتی ہے، بھوکے کتے اس کا کچھ نہیں بگاڑ"

سکتے آخری جملہ اس کی سوچ کا حصہ ہی رہا۔

اب فون رکھو اور مووی دیکھو جو دیکھ رہے تھے عبداللہ نے حیرت سے کان سے ہٹا کر موبائل کو دیکھا اور ایک بار ایل ای ڈی کی روشن سکرین کو وہ وہاں بھی جان گئی تھی کہ وہ ابھی بھی مووی دیکھ رہا ہے۔

یہ سوچتے ہوئے عبداللہ کی نظریں روشن سکرین پر تھیں جس میں "ڈی ڈی ایل جے "میں پیلی سرسوں میں کہانی کے دو کردار مسکرا رہے تھے۔

کیا آپ مجھے مووی دیکھنے کے لیے کہہ رہی ہیں؟" وہ پُر سکون ہوا تھا۔"

پریشانی کہیں دور جا سوئی تھی۔ بدن تھکاوٹ سے چور تھا۔ آنکھیں نیند سے بھری

ہوئیں تھیں اور پیٹ بد دعائیں دے رہا تھا چہرے پر تھکان واضح تھی۔ لیکن آنکھوں میں شرارت در آئی تھی۔

صرف ابھی کے لیے "یہ کہتے ہوئے فون کاٹنے والی تھی کہ عبداللہ کی" آواز "آئی لو یو" نے دل پر دستک دی۔

می ٹو" کہتے ہی سرخ بٹن پر یس کر دیا۔ لبوں پر بکھری مسکراہٹ سمٹ گئی" تھی۔ اسکا چہرہ اب سپاٹ تھا اور آنکھیں قہر برسانے لگیں۔

سبز آنکھیں اشتعال سے سرخ ہوئیں۔ گال پر رکھے پاؤں کا دباؤ بڑھایا تو ایک چیخ بلند ہوئی۔

www.novelsclubb.com

اس شخص کے درد سے محظوظ ہو کر اس نے پاؤں ماربل فرش پر رکھا اور پنجوں کے بل فرش پر بیٹھ گئی۔ موبائل فون کی ٹارچ روشن کی۔ زمین پر ڈھیر ہوئے وجود کو دیکھا۔ سیاہ غلاف ابھی بھی چہرے پر تھا وحشت بھری آنکھوں میں اب درد تھا وہ کرب سے بھری پڑی تھیں۔

آ گئے او قات پر؟جب آگ کا مقابلہ کرنے کی ہمت نا ہو تو چنگاری کو ہوا نہیں دیا" کرتے۔"اس کے جملے کڑوے تھے اور لہجہ زہریلا۔

وہ شخص خاموش تھا جبکہ اس نے بات جاری رکھی۔

عظیم صاحب آپ تو زلیل ہو گئے۔"نقاب کے پیچھے چھپے چہرے کو وہ اچھی طرح" پہچانتی تھی۔

تم بچو گی نہیں"مقابل نے بھی انا کو بالاتر رکھتے ہوئے لڑکھڑاتی زبان سے الفاظ" ادا کیے۔

میرا کیا بگاڑ لیا؟میرا کیا بگاڑ لو گے؟"انداز میں مان تھا۔خود پر...اپنے مقام" پر...اپنی طاقت پر۔اس شخص کے بازو سے خون رس رہا تھا سفید شرٹ خون سے رنگی ہوئی تھی۔

بدر تمہیں چھوڑے گا نہیں"وہ شخص غرایا۔"

جب وہ جانتا تھا کہ تم کچھ نہیں کر پاؤ گے تو تمہیں کیوں بھیجا؟؟ تمہیں کیا لگا تھا کہ مجھے پتہ نہیں چلے گا؟

لمحہ بھر میں فون کی روشنی مدھم پڑ گئی۔ جیولری شاپ میں لوگوں کا رش ہو گیا۔ گھڑی کی سوئیاں مخالف سمت میں گھومتی ہوئیں دوپہر کے وقت پر تھم گئیں۔ آدھے ادھورے ڈیزائن والا کاغذ اسکے سامنے میز پر تھا۔ موبائل فون رنگ ہوا تو اس نے پنسل کو بالوں میں اٹکاتے ہوئے فون کان سے لگایا۔

کیا خبر ہے؟" نظریں سامنے پڑے کاغذ پر تھیں۔"

جو آپکی گاڑی کا تعاقب کر رہا تھا۔ وہی تھا" فون کی دوسری جانب کسی نے بھاری" آواز میں کہا تھا۔

ہمم مجھے علم تھا" گہری سانس بھرتے ہوئے "کے کے" نے جواب دیا۔"

مجھے تو انکے ارادے خطرناک لگ رہے ہیں "فون کے پار اس شخص نے خدشے کا" اظہار کر دیا۔

مجھ سے نہیں بچیں گے "اس نے سوچا مگر منہ سے کچھ نہیں بولی۔ "

ہمم " محض ہنکارا ابھرا۔ "

آپ ابھی گھر چلی جائیں "ڈر کے زیر اثر اس شخص نے مشورہ دیا۔ "

نہیں...ان کی محنت کا صلہ انہیں دے کر ہی جاؤں گی۔ "اس نے دھیمے سے لہجے" میں جواب دیا تھا۔

www.novelsclubb.com

وہ آپ کو نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں۔ "اس شخص نے تنبیہہ کی۔ "

نہیں...عدیل اگر میں گھر گئی تو وہ لوگ گھر تک آئیں گے۔ میں گھر میں کوئی"

"تماشا نہیں چاہتی۔ میں شاپ پہ ہوں۔ تم نظر رکھو گے اور مجھے اطلاع کرو گے

یس باس" اسکا جواب سنتے ہی کے کے نے فون کاٹ دیا۔ "

موبائل ٹارچ کی روشنی چمکنے لگی۔ جیولری شاپ میں خاموشی کا سماں ہو گیا اور اسکی نظریں میز پر پڑے کاغذ سے ہٹ کر سامنے پڑے شخص پر ٹک گئیں۔ یہ منظر حال کا تھا۔ وہ اپنی سوچ سے حال میں واپس لوٹ آئی تھی۔

"ویسے کس قدر دوغلے ہو تم لوگ جس کا کھایا اس سے غداری... کتا بھی مالک سے وفا نبھاتا ہے تم لوگ تو کتوں سے بھی بدتر ہو" چند پل پہلے عبداللہ سے بات کرتے ہوئے جو جملہ وہ ضبط کر گئی تھی وہ یاد آیا اُسے اس شخص کو کتا کہنے پر بھی رنج ہوا تھا جیسے کہ بدمعاش کے لیے شریف کا لفظ استعمال کر لیا ہو۔

وہ اٹھ کھڑی ہوئی ہاتھ ہلنے کی وجہ سے موبائل فون کی روشنی بے ترتیب ہو کر چند چیزوں پر پڑی۔ سٹولز، جیولری، اور شیشے کے خانے روشنی کے زیر اثر واضح ہوئے تھے۔

اسے اٹھتا ہوا دیکھ کر وہ شخص مزید خوف میں پھنس گیا۔

گھر چلیں بے بی؟۔"انداز تپا دینے والا تھا اس نے اس شخص کو دائیں ٹانگ سے "
گھسیٹنا شروع کیا۔

اب وہ بگاٹی ڈیو میں بیٹھی تھی وہ شخص بگاٹی ڈیو میں پیسنجر سیٹ سنبھالے ہوئے تھا۔آنکھیں خوف سے بھرپور تھیں۔لب سل سے گئے تھے۔دماغ سن ہو گیا تھا۔ بازو درد سے چکنا چور تھا۔

اس کی گود میں خنجر پڑا تھا اور وہ بگاٹی ڈیو کو اڑاتے ہوئے لے جا رہی تھی۔خنجر کی جانب دیکھ کر اس شخص کے سوکھے حلق میں گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔

کون سے گھر جانا پسند کرو گے؟"خاموشی کو چیرتے ہوئے سوال پوچھا۔"

اس آواز نے اس شخص کے اندر بھی کسی چیز کو چیر کر رکھ دیا تھا۔شاید حوصلے کو۔

مم...مطلب "ضبط رکھنا چاہا مگر زبان پھر سے لڑکھڑا گئی۔"

وہ کھلکھلا کر ہنسی۔وہ ہنستے ہوئے اچھی لگتی تھی مگر اس شخص کو نہیں لگی تھی۔اسے لگا موت اس کے سامنے کھڑی قہقہے لگا رہی ہے۔

بدر کے پاس جانا ہے.... سلاخوں کے پیچھے.....یا جہنم میں؟؟"آخری لفظ خنجر" کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔اس کے تاثرات پتھریلے تھے۔الفاظ کیل تھے جو نقاب پوش شخص کے جسم میں چب گئے۔

گاڑی جھٹکے سے رک گئی اور اس شخص کی دھڑکن بھی۔

آسمان سیاہ تھا۔رات وحشت بھری تھی. آسمان پر تارے ٹمٹما رہے تھے اور چاند بادلوں کی اوٹ میں چھپ گیا تھا۔

وہ گاڑی سے نکلی اس شخص کو گریبان سے کھینچ کر باہر نکالا۔نمبر ڈائل کرتے ہوئے فون کان سے لگا لیا۔بیل جا رہی تھی۔فون پہلی بیل پر اٹھا لیا گیا تھا۔

www.novelsclubb.com

گھر آئے مہمان کو خوشامد کرنے آئیں بدر صاحب۔"ایک ہاتھ میں گریبان پر"
گرفت مضبوط تھی وہ شخص اس کے پیچھے کھینچا چلا آرہا تھا۔

سیاہ سڑک پر اب ہلکی سی روشنی آئی تھی۔

وسیع سڑک جس کے دونوں اطراف گھر تھے وہاں ایک عالی شان بلڈنگ زرد
روشنیوں سے چمک رہی تھی۔

اپنا گھر دیکھ کر عظیم کی آنکھیں بھی چمک اٹھیں۔چوکیدار نے پھُرتی سے گیٹ
کھول دیا۔وہ دونوں گیٹ پار کر کے اندر آ گئے۔اس نے موبال فون کو کوٹ کی
جیب میں رکھا۔

www.novelsclubb.com

لان میں روشنیاں جل رہیں تھیں۔دراز قد پودے ہلکی ہوا سے لہلہا رہے تھے۔
ان سب کے بیچ گرے نائٹ سوٹ پہنے تقریبا چالیس سالہ مرد بھاگنے والے انداز
میں اس تک آیا تھا۔

اسی لمحے اس نے گریبان چھوڑ دیا وہ شخص اب بے ہوش ہونے کے قریب تھا۔وجود میں ہمت باقی نہیں تھی۔اس کے گریبان چھوڑتے ہی گھاس پر گر گیا۔

"عظیم....!" وہ شخص بلند آواز میں چلایا۔گھٹنوں کے بل گھاس پر بیٹھتے ہوئے زمین پر گرے وجود کو باہوں کے حصار میں لے لیا۔

سیاہ نقاب کو چہرے سے اتار کر دور اچھال دیا۔

اس کی آنکھیں بند ہو چکی تھیں۔چہرے پر درد کے تاثرات تھے۔گال پر سرخ نشان تھا جو کہ اب نیلا ہو رہا تھا۔زخمی بازو پر ہاتھ کی گرفت کو نرم رکھا۔

اشتعال سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

وہ تیزی سے اٹھا اور مفلر میں لپٹی "کے کے" کی گردن کو دبوچ لیا۔

"...تیری تو"

رسی جل گئی بل نہیں گیا۔"کے کے نے بھی جلا دینے والے انداز سے کہا۔"

www.novelsclubb.com

اس شخص نے ہاتھ کی گرفت اس کی گردن پر مضبوط کر دی اور پھر مزید مضبوط۔۔۔

اب "کے کے "میں بولنے کی ہمت نہیں رہی تھی مگر صرف بولنے کی۔

سرخ ہیل (اپنا ہتھیار) اس کے گھٹنے پر دے مارا اس شخص کے ہاتھ خود بخود نرم ہو گئے۔اور پھر وہ پیچھے ہٹا۔

"شکر کرو کہ تمہارا بھائی یہاں ہے،اور زندہ ہے۔"

احسان جتانے والے انداز میں کہا۔

ترس آگیا تھا بیچارے پر۔"اس نے مزید کہا۔"

مجھ سے بچو کے کے۔۔"وہ سلگ کر رہ گیا۔"

www.novelsclubb.com

تم کے کے سے بچو کے کے اپنی کرنی پر آئی تو ہاتھ ملتے رہ جاؤ گے اور اگر پھر بھی"
تم باز نا آئے اور یو نہی مجھ سے الجھتے رہے تو ایک وقت آئے گا کہ ملنے کے لیے ہاتھ
"بھی سلامت نہیں رہیں گے۔ مجھ سے دھوکے بازی۔۔۔

اس سے پہلے کہ وہ بات مکمل کرتی اس شخص نے بات کاٹ دی۔"تم نے
کانٹریکٹ سائن کیا تھا'اس نے جیسے یاد چلانا چاہا کہ وہ"آئی جی جی"کے ساتھ
کانٹریکٹ سائن کر چکی تھی۔ میں نے رد بھی کیا تھا۔

رد"پر زور دیا۔"

"مجھے کتنا نقصان ہوا جانتی ہو؟"

شکر کرو نقصان نہیں ہوا۔"زمین پر بے ہوش پڑے عظیم کو دیکھ کر کہا۔"

یہ تم نے اچھا نہیں کیا۔"اس کا انداز دھمکانے والا تھا۔ دھمکی بھی کسے دے رہا"
تھا؟

تم سے کس نے کہا تھا مجھ سے اچھے کی امید رکھو؟"جواب تھا یا سوال وہ سمجھ نہیں" پایا تھا مگر جو بھی تھا اس سے اس کے طیش میں اضافہ ہوا۔جبڑے کی رگیں تن گئیں۔

ماتھے کی نسیں پھٹ کر باہر آنے کو تیار تھیں۔آنکھوں سے شرارے پھوٹ رہے تھے۔

تم نے کانٹریکٹ رد کرنے کی وجہ پوچھی تھی اور میں نے کہا تھا سمجھ جاؤ گے وقت" "آنے پر۔اب سمجھے؟

تم مجھ سے پناہ مانگو گی۔۔۔گڑگڑاؤ گی۔۔۔مگر میں،میں تمہیں نہیں بخشوں گا۔" میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا۔" تنفس پھول چکا تھا۔خود پر رکھا ضبط ٹوٹ گیا۔بھائی کی حالت دیکھ کر وہ تڑپ گیا تھا۔

وہ جو اس کی تڑپ سے محظوظ ہو رہی تھی جملے سنتے ہی سبز آنکھوں کے ڈورے سرخ پڑ گئے۔

یہ۔۔۔یہی وجہ تھی بدر صاحب یہی وجہ۔۔۔"کے کے "کتے پالنے کا شوق نہیں" رکھتی اور اگر کبھی پالے گی بھی تو نسلی کتے...بدنسلوں سے کے کے کو نفرت ہے۔ "خواہ کتے ہوں یا انسان۔

گردن کے پیچھے ہاتھ لے جا کر عظیم کا خنجر نکال لیا۔اور یہیں بدر کے قدم پیچھے کی جانب متحرک ہو گئے۔سانسیں تھم گئیں۔

وہ شکاری کی طرح شکار پر جھپٹنے کو تیار تھی۔کھا جانے والا نظروں سے اسے گھورا۔ وہ آگے بڑھتی گئی اور وہ پیچھے ہٹتا گیا اور بالا خر دیوار نے اس کی پشت کو دبوچ لیا اور اس کے قدموں پر بند لگا دیے۔

www.novelsclubb.com

بدر کا وجود کپکپانے لگا۔تھوڑی دیر پہلے دھمکیاں دینے والا بدر کسی کونے میں چھپ گیا تھا۔بدر کی آنکھوں میں طیش تھا۔بے بسی تھی اور ڈر بھی۔

تم پر واجب ہے کہ مجھ سے ڈرو۔دریا میں رہ کر مگرمچھ سے بیر اچھا نہیں ہوتا اور" کے کے تو مگرمچھ سے زیادہ خطرناک ہے۔"اس کے الفاظ قینچی کی طرح تھے۔

جس نے بدر کی زبان کو کاٹ دیا تھا۔وہ کچھ بول نہیں سکا۔اسے کچھ بولنے کے قابل نہیں چھوڑا گیا تھا۔

آئی جی جی کمپنی کا اونر، چھ فٹ کا دراز قد، مضبوط و توانا اور مستحکم مرد، ایک نازک اور معمولی لڑکی سے ڈر گیا تھا۔نازک اور معمولی؟؟

یہ کہنے کے بعد وہ رکی نہیں پلٹی اور آگے بڑھتے ہوئے زمین پر پڑے وجود کو قہر بار نظروں سے دیکھا اور ایک ٹھوکر رسید کرنا فرض سمجھا۔

میں تم پر کیس کروں گا۔" وہ حلق کے بل دھاڑا۔اسکی بے بسی اسے پاگل کر رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

یہ شوق بھی پورا کر لینا۔" بنا پلٹے جواب دیا۔"

ویسے کیا کیس کرو گے ؟اب کی بار وہ پلٹی۔ہاں تم کہو گے تمہارا بھائی تیز دھاری" خنجر لے کر رات کے ڈھائی بجے ایک شریف اور معصوم لڑکی کے آفس میں گھس

جاتا ہے۔اسے مارنے کی کوشش کرتا ہے۔اور پھر اس مجبور اور لاچار لڑکی نے خود کو بچانے کے لیے تمہارے بھائی کا بازو زخمی کر دیا۔

جانتے ہو جج کو اس بات کا رنج ہو گا کہ تمہارا بھائی بچ گیا۔میں اسکو مار بھی دیتی تو وہ سیلف ڈیفنس میں آنا تھا۔میں معصوم کسی کو کیوں مارنے لگی؟توبہ توبہ (باقاعدہ "کانوں کی لوویں بھی چھولیں)۔

بدر کو اچھو کا سا لگا۔وہ صدمے سے منہ کھولے اپنے سامنے کھڑی شریف، مجبور لاچار اور معصوم لڑکی کو دیکھتا ہی رہ گیا۔

اسے ہاسپیٹل لے کر جاتے عقل والے ہوتے تو۔۔یوں فضول کی دھمکیاں نا" دے رہے ہوتے۔"جانے سے پہلے اسے عقل کی بات بتادی۔

پھر وہ چلتی ہوئی واپس تاریکی میں آگئی۔

تاریکی خوفناک تھی مگر کے کے اس سے بھی زیادہ خطرناک تھی۔

بگاٹی ڈیو واس کی منتظر تھی۔

وہ گاڑی میں بیٹھی اور ڈیش بورڈ پر پڑے ٹشو باکس میں سے یک دم مٹھی بھر ٹشو نکالے اور پیسنجر سیٹ پر رگڑتے ہوئے ونڈو مرر سے سڑک پر پھینک دیے۔

اسے گھر جانا تھا۔عبداللہ کے پاس۔

وہ ہر یاد مٹا دینا چاہتی تھی اسے اپنے کیے پر پچھتاوا نہیں تھا، کوئی ندامت کوئی دکھ کوئی ملال۔کچھ بھی نہیں۔ دھوکے بازوں کو جتنی سزا دی جائے اتنی کم ہوتی ہے۔اسے غصہ آیا تھا مگر وہ غصے میں بھی حماقتیں نہیں کرتی تھی اپنے حق میں تو بالکل بھی نہیں۔

www.novelsclubb.com

وہ تباہی تھی مخالفوں کے لیے۔شکاری تھی خونخوار جانوروں کے لیے۔جس جنگ میں وہ ہوا کرتی تھی اس میں فاتح بھی وہی ہوتی تھی۔

جو اس کے ساتھ برا کرنے کا سوچتا تھا وہ اس کے ساتھ برا کرنا اپنا حق سمجھتی تھی۔

وہ اپنا حق چھیننے میں ماہر تھی۔

کوئی اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کرے تو وہ اسے معاف کیوں کرے؟؟

سیاہ آسمان سرمئی شیڈ اختیار کر چکا تھا۔ستارے غائب ہو گئے تھے۔بگاٹی ڈیوو پورچ میں آ کر رکی تھی۔ صبح کے اس پل پرندوں کی چہچہاہٹ تھی۔فضا میں تبسم تھا اور ہلکی سردی بھی۔سب کچھ نکھرا نکھرا... کھلا کھلا۔

سحر کی ٹھنڈی فضا میں اگر کچھ سلگ رہا تھا تو وہ عبداللہ کا دل تھا۔کچھ جل رہا تھا تو اس کی آنکھیں تھیں۔کچھ تپ رہا تھا تو اسکا وجود تھا۔شبنم کے قطرے گھاس پر ٹھرے ہوئے تھے۔لان میں پودے جیسے نیند سے بیدار ہو رہے تھے حمد و ثنا کے لیے۔

وہ تحمل اور آہستگی سے قدم بڑھاتے ہوئے سفید محل میں داخل ہوئی تھی۔

ہال میں وہ مٹھیاں بینچے ادھر ادھر ٹہل رہا تھا۔اس نے عبداللہ کے پشت کو دیکھا نائٹ سوٹ میں ملبوس پاؤں جوتوں سے آزاد۔

اب اس کی رفتار میں تیزی آئی تھی۔ ہیل کی ٹک ٹک سے اپنے آنے کا اعلان کر دیا۔عبداللہ نے ایک شکوہ کناں نظر اس پر ڈالی اور کشادہ حال میں پڑے صوفوں میں سے بڑے صوفے پر ہاتھ سینے پر بند کر بیٹھ گیا۔

اس نے کارکیز کو گول گلاس میز پر رکھا جو صوفوں کے وسط میں پڑی تھی۔ہیلز اتار کر اس کے ہمراہ آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی۔

کیا وضاحت وہ اسے دے گی تو وہ مان جائے گا؟ کیا دلیل ہو گی جو اسے راضی کر دے گی؟

وہ سوچوں میں گم تھی کہ عبداللہ نے سر کو اس کی گود میں رکھ دیا اس کا دائیاں ہاتھ تھام کر چند پل سہلایا اور پھر لبوں سے لگا کر اپنے ماتھے پر رکھ دیا۔اسکا ماتھا تپ رہا تھا ۔اسے بخار تھا کہکشاں نے جھک کر اس کی پیشانی پر اپنا لمس چھوڑا تھا اور پھر انگلیاں

اس کے بالوں میں الجھالیں۔وہ اس کے بالوں کو سہلا رہی تھی اور باہر صبح طلوع ہونے کے لیے بیتاب تھی۔

ابلتے پانی کا رنگ رنگین ہو گیا تو دودھ کا بھرا برتن اس پانی میں انڈیل دیا گیا۔ چند پل۔۔۔اور پھر چائے برتن کے کناروں تک آ کر بغاوت کرنے کو پوری طرح تیار تھی۔الائچی کی خوشبو سارے میں پھیل گئی فضا معطر ہو گئی۔چائے کی دیوانوں کے دلوں میں شادمانی بھر گئی اور منہ میں پانی۔ان منتظر لوگوں میں رستم طیار اور احسن شیرازی بھی سڑک کے پاس ایک لوکل سے ڈھابے میں بیٹھے تھے۔وہاں لکڑی کے بینچ پڑے تھے اور چند چارپائیاں بھی۔لاہور کا موسم خوشگوار تھا۔اس ڈھابے میں غالباً گرمی میں گہما گہمی ہوتی تھی اور آج تو جیسے پاؤں رکھنے کو جگہ نہیں مل رہی تھی۔چائے بنانے والے نے چائے کو پھینٹنا شروع کیا اور

احسن شیرازی کی نظریں ہوا میں اچھلتی چائے کی جانب ٹکیں تھیں۔رستم طیار کی توجہ کا مرکز بھی اس وقت چائے ہی تھی۔

"زیادہ سو لیا تم نے مسٹر...اٹھو ابھی کے ابھی۔"احسن نے رستم کے چہرے سے تکیہ کھینچ لیا جس سے اس نے اپنا منہ چھپایا ہوا تھا۔

"احسن۔۔۔!!"رستم نے دانت بھینچے اور ہلکی سی آنکھیں واہ کیں۔

"جی احسن کی جان۔۔۔"احسن نے رستم کے گالوں کو چھو کر کہا۔

"پلیز مجھے تنگ نہیں کرو۔"انداز التجائیہ تھا نیند آنکھوں میں ٹھاٹھیں مار رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"تو پھر کسے تنگ کروں؟"

"مجھے تنگ کرنے کے علاوہ کچھ بھی کرو۔۔میرا پیچھا چھوڑ دو۔"لہجے میں اچاٹ پن تھا رستم کو اپنا سر بھاری بھاری لگ رہا تھا۔دائیں ہاتھ کا انگوٹھا اور مخروطی انگلی کو کنپٹی پہ رکھ کر خود کا سر دبانے لگا۔

آہاں۔۔۔میرے ہوتے یہ تکلف۔"احسن نے بیڈ پر اپنے لیے جگہ بناتے ہوئے" اس کی پیشانی پر اپنے ہاتھوں سے دباؤ ڈالنا شروع کیا تو رستم پھر سے نیند کی سواری پر سوار ہونے کو تیار تھا کہ احسن نے اس کے سر پر ایک چپت لگائی۔

اوہیلو اب کیا ہے؟"رستم نے جھلا کر نیند کے دشمن کو گھورا۔"

اٹھ جاؤ ناں۔" احسن کے اس جملے پر رستم طیار بکھرے بالوں میں ہاتھ چلاتے" ہوئے ضبط کے آخری مرحلے پر تھا۔

اٹھ کر کیا کرنا ہے؟"پتھریلی نگاہیں اس پر گاڑھتے ہوئے شدید غصے میں کہا۔"

جو تم چاہو۔"اس نے آنکھوں کو ٹپٹپاتے ہوئے کہا احسن شیرازی" بھی معصومیت کی ساری حدیں توڑ گیا۔اور رستم نے لبوں پر تبسم بکھر گیا پتھریلی آنکھوں میں محبت غالب آگئی اور غصے کی دیواریں ڈھے گئیں۔

اب اتنی عقیدت سے دیکھ رہے ہو کچھ چاہیے کیا؟۔"انداز میں شرارت تھی اور" آنکھوں میں چمک۔

ہاں۔"لہجہ حتی الامکان نرم تھا اور انداز میں ابھی بھی شکوہ تھا۔وہ رات بھر" فائلوں سے سر کھپائی کرتا رہا تھا اور اب نیند کے آہنی شکنجے میں جکڑے جانے کو بے تاب تھا۔

کیا؟"لبوں کو سکیڑ کر محبت اور تجسس سے پوچھا۔"

سکون۔"یک لفظی جواب۔"

تو چلو۔"احسن نے اسے بازو سے کھینچتے ہوئے بیٹھنے پر مجبور کر دیا تھا۔وہ دونوں" وجود سکون لینے کے لیے اس وقت ڈھابے پر موجود تھے۔چائے کے بھاپ اڑاتے کپ ان کے سامنے تھے اور میٹھی باداموں سے لدی ہوئی خطائیں بھی۔احسن شیرازی نے دونوں کپ اپنی جانب کھینچ لیے۔عادت سے مجبور ہو کر سکون بھری سانس اندر کھینچی۔اور رستم طیار سکون کہ ان پلوں میں کھو گیا۔

وہ دونوں ہی نشئی تھے..."چائے کے"۔اور چائے کے شیدائیوں کے لیے چائے کا ایک کپ زندگی مل جانے کے مترادف ہوتا ہے۔چائے کا ایک کپ ان کی روکھی سوکھی زندگی میں خوشیوں کے انبار لگا دیتا ہے۔

ہمارے خیالات کو اڑان بخشتی ہے چائے۔"

خوشیوں کا سامان بخشتی ہے چائے۔

قلب کو اطمینان بخشتی ہے چائے۔

"جو زندگی سے بیزار ہوں انہیں جان بخشتی ہے چائے۔

(بقلم حمنا مریم)

www.novelsclubb.com

شیریں خطائی منہ میں جاتے ہی گھل گئی۔اس نے ایک خطائی کھائی تھی کہ احسن شیرازی چائے کا ایک کپ پی چکا تھا اور اس نے رستم کے آدھے کپ کو پھر سے بھر دیا۔رستم نے عقیدت بھری نگاہ اس پر ڈالی۔

"تجھے کتنا چاہیں اور ہم؟"احسن نے زیر لب بڑبڑاتے ہوئے کہا۔آنکھوں میں شرارت واضح تھی۔ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔آسمان پر سورج بادلوں کی اوٹ میں چھپا ہوا تھا۔کھلے آسمان تلے لکڑی کے بینچ پر بیٹھے دونوں وجود چائے کی چسکیوں میں زندگی تلاش کر رہے تھے۔

یہی تو ہے زندگی۔اس میں برانڈڈ کپڑے،ہیرے جواہرات، مہنگی گاڑیاں،ان گنت ڈالرز بھی ایک مخلص دوست کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔خوشیاں پانے کے لیے یاروں کے ساتھ محفل سجانی پڑتی ہے۔دولت اور ہائی سٹیٹس سے اداسیاں کم نہیں ہوتیں بلکہ دکھ بانٹنے کے لیے تو رفیقِ خاص ہی کافی ہوتا ہے۔

رستم طیار نے احسن کی جانب دیکھا محبت سے۔۔مان سے۔۔۔خوشی سے۔

ایسے مت دیکھو میں بہت خوش فہم ہوں۔بعد میں مت کہنا"رستم نے مسکرا کر" اسے دیکھا ہاتھ میں خطائی تھی جو آدھی رہ چکی تھی اور آدھی وہ کھا چکا تھا۔موبائل رنگ ہوا تو رستم نے ویس کوٹ میں سے موبائل نکالا۔خوشی نے آنکھ مچولی کا کھیل شروع کر لیا تھا۔فون کے اس پار کسی کی آواز نے اسے مضطرب کیا تھا۔شیریں خطائی ہاتھ سے پھسل گئی خطائی کے بھر بھرے کنارے ٹوٹ گئے۔اور اسی لمحے رستم طیار کے اندر بھی کچھ ٹوٹ گیا تھا۔کچھ بکھر گیا تھا۔

---

www.novelsclubb.com

اسلام آباد کا موسم خوش گوار تھا۔ٹھنڈی ہوا نے فضا کو پر مسرت بنا دیا تھا۔وہ ہاتھ میں موبائل تھامے صدر دروازے کے پاس بنی دو تین سیڑھیاں جو کہ پورچ کا راستہ دکھاتی تھیں انکے پاس پلر سے ٹیک لگائے کھڑی تھی۔وقت بیت چکا تھا اسے لاہور جانا تھا مگر وہ سبھی کام پسِ پشت ڈال کر گھر عبداللہ کے لیے رک گئی تھی۔

کوئی بھی کام اس کے عبداللہ سے اہم نہیں تھا۔ نظریں سامنے ضعیف مرد پر تھیں جو پیڑ پودوں کی ڈالیوں کی نئے سرے شجر کاری اور تخم ریزی میں محو تھا۔

پودے ہوا سے جھوم رہے تھے۔

پودوں کی دیکھ بھالی کرنے والے کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا۔ وہ انہیں عقیدت سے دیکھ رہی تھی۔ رحیم خان نے ایک نظر اسے دیکھا اور مسکراتے ہوئے پھر سے کام میں لگ گئے۔ کہکشاں منزل کے لان میں پھولوں کا نام و نشان نہیں تھا محض سبز پتوں والے پودے۔ خوشبو اور پھولوں سے عاری۔

رحیم خان سے اسکی توجہ عبداللہ کی آواز نے مبذول کی تھی۔"میں نہیں کھاؤں گا میرا موڈ نہیں۔"ہال میں صوفہ پر بیٹھا عبداللہ سر کو نفی میں جنبش دے رہا تھا۔ وہ سیاہ سوٹ میں ملبوس تھی۔ آج پیروں میں سرخ ہیل کی بجائے سلیپرز تھے۔

کیوں نہیں کھاؤ گے تم؟۔"اس کا لہجہ نرم تھا سبز آنکھوں میں کوئی سختی نہ تھی۔"

آپی یہ کڑوی ہوتی ہے۔"عبداللہ نے زیریں لب کاٹتے ہوئے اسے دیکھا۔جو کہنا" تھا کہہ دیا۔

دوائیں میٹھی نہیں ہوتیں" وہ سمجھانے والے انداز میں گویا ہوئی۔ "اگر" "دوائیں شیریں ہو جائیں تو بیماریاں جان نہیں چھوڑتیں۔

لیکن آپی آپ کو پتہ ہے نا مجھے اچھی نہیں لگتی ہیں دوائیاں۔"عبداللہ کا لہجہ بھی" لجاجت بھرا تھا آنکھوں میں آس تھی کے اسے کڑوی دوائیاں کھانے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔

"نہیں کھاؤ گے تو ٹھیک کیسے ہو گے ؟اپنا چہرہ دیکھا ہے کیا حالت ہو گئی ہے ؟۔" اس نے عبداللہ کو دیکھا جو رات والے نائٹ سوٹ پہ ملبوس تھا بال بکھرے ہوئے تھے اور سیاہ آنکھیں متورم تھیں۔چہرے سے اس کی بیماری واضح ہو رہی تھی۔

"میں ٹھیک ہو جاؤں گا پکا۔"

ہاں ہاں تم ٹھیک ہو جاؤ گے مگر دوا تو کھانا پڑے گی۔"اس نے زارا آپا کے ہاتھ سے شیشے کی بوتلیں تھام لیں زارا آپا سفید شلوار قمیض میں ملبوس عبداللہ کے ہمراہ دائیں جانب بیٹھی تھیں جبکہ کہکشاں بائیں طرف۔

آآ۔۔کرو"اس نے سیال مائع چمچ پر انڈھیلا۔عبداللہ نے لبوں کو باہم پیوست کر لیا حلق تو دیکھتے ہی کڑوا ہو گیا تھا۔"میرے لیے پلیز عبداللہ..."چمچ کو عبداللہ کے لبوں سے لگاتے ہوئے کہا۔

"آپ مجھے بلیک میل کریں گی اب؟؟۔"

ہاں تو تم جو مجھے ہر وقت بلیک میل،وائٹ میل کرتے رہتے ہو اسکا کیا؟؟" ۔"

اس نے ہو بہو عبداللہ کا انداز اپنایا جس پر عبداللہ اور زارا آپا کی ہنسی بے ساختہ تھی۔

کیا آپ اپنے پیارے سے، چھوٹے سے، معصوم سے، بھائی کی بات مان کر اس کی" جان ان دوائیوں سے نہیں چھڑوا سکتیں؟" بلیک میلنگ میں وہ بھی ماہر تھا۔اس وقت ضد کرتے ہوئے اکیس سالہ عبداللہ کوئی پانچ سالہ بچہ معلوم ہو گیا تھا۔

لاڈ انسان کو بڑا ہونے ہی نہیں دیتے، خود کو عمر سے بڑھ کر تو وہ سمجھتے ہیں جن پر زندگی نے ستم ڈھا کر زمہ داریوں کے ٹوکرے ان کے سر رکھ دیے ہوں۔

بالکل نہیں البتہ میں اپنے پیارے، چھوٹے اور معصوم سے بھائی کو یہ دوا پلا کر اس" کی جان اس گندے سے بخار سے چھڑوا سکتی ہوں۔" دائیں ہاتھ میں اس کا چہرہ تھامتے ہوئے زبردستی شربت اس کے منہ میں انڈھیل دیا۔

ای۔۔یو""(اس نے ناک بھوں چڑھایا) بہت بری ہیں آپ۔" شکوہ کناں"" نظروں سے کہکشاں کو دیکھا۔

اچھا تو اب تمہاری پیاری سی، بڑی سی، معصوم سی۔۔اوہ نہیں (زبان دانتوں تلے" دبائی) چالاک سی بہن تمہیں بری لگنے لگ گئی۔" وہ بچوں کی طرح اسے بہلاتے

ہوئے دواپلار ہی تھی۔وہ کل رات کی عبداللہ کے اضطرابی کیفیت سے آگاہ تھی اور اس کی سرخ ومتورم آنکھوں سے اس کی اذیت کااندازہ لگاسکتی تھی۔

ویسے آپی آپ جابر، سفاک اور انا پرست کا لفظ لگانا بھول گئیں شاید۔"عبداللہ" نے اسے دیکھا جواب چمچ میں نارنجی مائع انڈھیل رہی تھی۔عبداللہ کی بات سنتے ہی مسکراہٹ نے کہکشاں کے لبوں پر بسیرا کیا۔گال کا گھڑا نمایاں ہوا تھا۔مسکراتی ہوئی سبز آنکھوں سے عبداللہ کو دیکھا۔

یہ ظالم...جابر...سفاک بہن نے آپ پر کیا جبر کیا ہے؟وضاحت دیں گے آپ" ؟عبداللہ صاحب..۔"عبداللہ نے کڑوا شربت نگلا۔

رہنے دیں آپ برا مان جائیں گی۔"آنکھیں پر فریب تھیں اور چہرہ متبسم۔"

"ہاں اگر تم کوئی بکواس کروگے تو شاید...ورنہ میں کیوں برا مانوں گی بھلا؟؟"

اسے معلوم تھا وہ شرارتی موڈ میں ہے۔وہ اسے زیادہ سے زیادہ وقت دینا چاہتی تھی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"آپ پھر سے کہہ رہی ہیں کہ میں بکواس کروں گا؟"

"کروں گا؟ بکواس کر رہے ہو اور میں سن بھی رہی ہوں۔" لہجے کے پیار کو نیند آ گئی تھی کے کے کی سنجیدگی پھر سے چہرے کی شان بن گئی۔

عبداللہ کو اچھو کا سا لگا شاک اور صدمے کی کیفیت سے اسے دیکھا۔ جس کے تاثرات پل میں بدلے تھے۔

"اب آپ کا کام ہو گیا آپ یہی کہیں گی۔" آنکھوں میں غم کے سرخی لیے کہکشاں کو دیکھا دیکھا۔

"پھر سے بکواس کر رہے ہو۔" ہمیشہ کی دفعہ والا تکیہ کلام اپناتے ہوئے اس نے عبداللہ کو سلگانے میں کوئی کسر نہ رکھی۔ عبداللہ نے بھاری دل کے ساتھ اس کے جملوں کو سنا تھا۔ ایک طاہرہ نگاہ ادھر ادھر دوڑائی۔ گول گلاس میز پر پڑی شکر دان میں سے چمچ بھر کر شکر کھائی خفگی سے کے کے کو گھورا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"اب بھی بکواس سنا کر خود تم سونے چلے جاتے ہو۔خود ہی غصہ کرتے ہو۔"

اور خود ہی مان بھی تو جاتا ہوں ہے ناں۔"ذارا آپا سے اپنے حق میں گواہی چاہی"

جس پر ذارا آپا نے مسکراتے ہوئے گردن کو اثبات میں ہلایا۔

لیں۔۔۔اب تو آپا نے بھی کہہ دیا کہ میں صحیح کہہ رہا ہوں۔"عجب مان تھا، کمال"

کی خوشی تھی۔

تو میں نے کب کہا کہ تم غلط کہہ رہے ہو؟۔"صوفہ سے ٹیک لگاتے ہوئے اسے"

دیکھا۔لبوں پر امنڈتی مسکراہٹ کو وہ ضبط کر گئی تھی۔

اس کا مطلب تم خفا نہیں ہو؟ یہ خفا نہیں ہے۔۔۔ہیں ناں زارا آپا؟۔"ہمراہ بیٹھی"

ذارا آپا کو دیکھا ذارا آپا نے اثبات میں گردن کو جنبش دی۔

آپا آپ میری سائیڈ ہیں اور میری ہی رہیں گی۔"عبداللہ کو اپنا پلڑا ہلکا ہوتا محسوس"

ہوا تو اپنے ساتھی کو ساتھ دینے کی اطلاع دی۔

ویسے تو میں بھی تمہاری سائیڈ ہوں۔ سوچ لو۔ مجھے گنوانے والے خساروں میں" رہتے ہیں۔" وہ عبداللہ کی حالت کا حظ اٹھا رہی تھی۔ ہمیشہ کی طرح تیلی لگا کر اب وہ بھڑکتی آگ کے نظارے دیکھنے میں محو تھی۔

آپ۔۔۔ آپ ناں مجھ سے بات نہ کریں۔" انگلی اٹھا کر تنبیہ کی۔ عبداللہ کے" لہجے میں افسردگی سی تھی۔ وہ رو دینے کو تیار تھا۔

اس کے لیے تو مجھے گونگا ہونا پڑے گا۔ گونگی ہو جاؤں؟۔" آنکھوں کو ٹپٹپاتے" ہوئے عبداللہ کی جانب دیکھا۔ مسکراہٹ کو عیاں نہ ہونے دیا۔ کمال کا ضبط تھا۔

عبداللہ کا ضبط جواب دے گیا۔ اب وہ یہ تو کہنے سے رہا 'ہاں ہو جاؤ'۔

میں سونے جا رہا ہوں اور کوئی بھی مجھے ڈسٹرب نہ کرے۔" زارا آپا کو دیکھا۔ مگر" اطلاع" کے کے" کو دی۔

ہاں ہاں یہ بالکل بھی نہیں آئیں گی تم پریشان مت ہو۔" کہکشاں نے زارا آپا کے کندھے کو تھپکی سے دوچار کیا۔اور عبداللہ کو تسلی بخش جواب دیا۔ تسلی بخش؟؟ عبداللہ کے تو سر پر لگی اور تلووں پر بجھی۔

میں سونے جارہا ہوں کوئی بھی مجھے ڈسٹرب نہ کرے۔" اب کی بار کہکشاں کی جانب دیکھا۔جو کہنا تھا کہہ دیا کہ "میں سو جاؤں گا مت آنا"۔

ہاں ہاں اب تو میں تمہارے لیے 'کوئی' ہو گئی ہوں۔میں کیوں اچھی لگوں گی تمہیں؟ ہر وقت کی بکواس بھی میں سنوں اور ہوں بھی میں کوئی۔جاؤ میں نہیں آرہی۔ جتنا سونا ہے سو لو۔" ہر بار کی طرح اپنا آخری وار بھی چلا دیا۔یہی تو وجہ تھی جو عبداللہ کو ہر بار خود بخود راضی ہونے کے لیے مجبور کر دیتی تھی۔عبداللہ کے لب صدمے سے واہ ہو گئے۔اور یہاں عبداللہ لاجواب ہوا تھا۔پیر پٹخ کر رخ موڑ گیا۔اب وہ پُر سکون نیند سونے والا تھا۔ہمیشہ جھگڑا کرنے کے بعد اس کی دوستی نیند سے ہو جایا کرتی تھی اور پھر اٹھنے کے بعد اسے کے کے تک ہی آنا ہوتا تھا۔وہ رخ

موڑ کر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا اور کہکشاں کا ضبط جواب دے گیا۔وہ کھل کھلا کر ہنسی۔ہمیشہ کی طرح وہ اپنی چالوں میں کامیاب ہو کر فاتح بن گئی تھی۔وہ ہر طرح کا وار کرنا جانتی تھی۔خواہ محبت کا ہو۔۔روپے کا ہو یا کسی ہتھیار کا۔

اب وہ ذارا آپا سے باتوں میں مگن ہو گئی تھی۔زارا آپا کچھ کہہ رہیں تھیں۔اور وہ ان کی بات پر سر ہلائے مسکرا رہی تھی۔اگر 'کے کے کریئیشنز' کے ورکرز میں سے کوئی اسے دیکھتا تو غالباً اس کو کوئی اور ہی سمجھتا کیونکہ وہ کے کے جو اُن کے لیے تھی یہاں وہ نہیں تھی۔یہاں تو کوئی خوش مزاج لڑکی تھی۔اکھڑ مزاج اور کم گو کے کے 'کون تھی؟'

www.novelsclubb.com

بھائی آپ مام کو سمجھائیں۔"رستم ہاتھوں کی انگلیاں باہم الجھائے صوفہ پر بیٹھا" ہوا تھا۔ڈھابے پر عشال کی کال آنے پر وہ اس پُر سکون ماحول کو وہیں چھوڑے گھر

آیا تھا۔یہ خبر ہی اس کے لیے سوہانِ روح تھی کہ اس کی بہن تکلیف میں تھی۔

رستم نے بیچارگی سے کلثوم بیگم کو دیکھا۔جو طیار ہاؤس کے دالان میں پڑے صوفوں میں سے ایک پر براجمان تھیں۔ٹانگ پر ٹانگ جمائی ہوئی تھی۔چہرہ سپاٹ تھا۔بیٹی کے بہتے آنسوؤں نے ماں پر کوئی اثر نہیں چھوڑا تھا۔وہ ماؤں کی طرح بے چین نہیں ہوئی تھیں۔ان کا دل نہیں دکھا تھا۔

ماں ابھی وہ چھوٹی ہے۔۔"رستم نے ہمت مجتمع کرتے ہوئے کہا۔احسن شیرازی" رستم کے ہمراہ بیٹھا چپ کی گولیاں کھائے ہوئے تھا۔

ہاں تم تو یہی چاہتے ہو کہ جب تک وہ بڑی ہو ہم کنگھال ہو جائیں۔"تلخ رویہ اور" سخت لہجہ۔ کلثوم بیگم نے رستم کے التجا کا مان نہیں رکھا تھا۔ایسا ہر بار ہوتا تھا اور تکلیف بھی ہر بار ہوتی تھی۔

اتنی جلدی کس بات کی ہے مام؟۔"ہچکیوں کے زد میں عشال نے استفسار" کیا۔ سنہری بال داہنے کندھے پر تھے۔آنکھیں سرخ و متورم تھیں۔چہرے پر مٹا مٹا سا میک اپ تھا۔جس سے واضح تھا کہ وہ کافی وقت سے رو رہی تھی۔

چھوٹی نہیں ہو تم آج نہیں تو کل کو رخصت ہو جاؤ گی۔سب لڑکیاں ہی ہوتی" "ہیں۔میں بھی تو آئی تھی۔

مگر اتنی جلدی ماں؟؟۔"رستم نے پھر سے ماں کو دیکھا۔جو براؤن شلوار سوٹ" میں ملبوس تھیں۔کانوں میں سونے کے آویزے تھے۔کلائیوں میں سونے کی چوڑیاں اور انگلیوں میں انگوٹھیاں۔معمول کے لحاظ سے آج وہ بھی خاصی تیار تھیں۔

اتنی جلدی سے کیا مطلب ہے تمہارا؟گھر بٹھائے رکھوں اس کو تاکہ تم جیسے مالک" کے ہوتے ہوئے طیار خان کی بنائی ہوئی عمارتیں ڈھے جائیں۔بلندیوں سے پستی پر

آنے کا انتظار کروں تاکہ پھر کوئی بھی اچھا خاندان (اچھے سے مراد امیر خاندان تھا) "رشتہ کرنے پر راضی نہ ہو۔

میں کوشش کر رہا ہوں ناں۔" رستم نے اذیت چھپالی. کلثوم بیگم کے الفاظ نشتر تھے. رستم کی روح گھائل ہوئی تھی. ہر بار ہی ہوتی تھی۔

تم کوشش کر رہے ہو؟ کیا کروں تمہاری کوششوں کا بتاؤ مجھے ؟۔" ان کی آواز بلند ہوئی تھی۔احسن نے آنکھوں کے اشارے سے وہاں کھڑے ملازموں کو ہٹنے کا کہا تھا۔

میرا یقین کریں میں سب ٹھیک کر دوں گا۔" تحمل مزاجی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

یقین کے قابل ہو تم ؟۔"اس سوال نے رستم کی آنکھوں کو کرب سے بھر دیا تھا۔ذات کے آئینے پر کنکر برسے تھے۔

میں کیسے بھول جاؤں کہ کس ماں کے بیٹے ہو تم۔؟" کلثوم بیگم نے اپنی بات" جاری رکھی ان الفاظوں نے رستم کو ماضی میں پٹخ دیا تھا۔یکایک اس کی اذیت بڑھ گئی تھی۔اس نے آنکھوں میں ابھرتی نمی کو چھپانے کی سعی تھی۔

آپ فی الحال عشال کی شادی نہ کریں۔"کمال کا ضبط تھا۔یہ رویہ اور کڑوے" الفاظ جو اس کی ذات پر چوٹ کر رہے تھے نئے نہیں تھے وہ ان رویوں کا عادی تھا۔ ایسے جملے اس کی سماعتوں سے ٹکراتے رہتے تھے۔

بس چند دن...چند دن کی مہلت پھر میں آپ سے کوئی التجا نہیں کروں گا۔آپ" کے فیصلوں میں رکاوٹ نہیں بنوں گا۔"انداز التجائیہ تھا اور آنکھیں نرم سا تاثر دے رہیں تھیں۔

دیکھتے ہیں کیا کر لو گے تم؟جب باہر خبر پھیلے گی نا کہ 'خان ٹیکسٹائل' نے پستی کا" سفر شروع کر لیا ہے تو دیکھیں گے کہ تمہاری کون سی ترکیب کام آئے گی؟۔" رستم کی نرمی نے ان پر کوئی اثر نہیں چھوڑا تھا۔اس سے نفرت کا بیج انہوں

نے سالوں پہلے بویا تھا اب جڑیں بہت گہری تھیں اور نفرت کے برگد بہت اونچے تھے۔ انہیں اتنی آسانی سے اتنی جلدی سے نہیں کاٹا جا سکتا تھا۔

تحقیر... نفرت... اور دھتکار اسے اپنے مقدر کا حصہ لگتی تھی۔ ضرب پھر سے لگی تھی۔ ٹیسیں پھر سے اٹھیں تھیں۔ آنکھوں کے کنارے گیلے ہونے لگے تھے۔ ضبط کرتے ہوئے لبوں پر مسکراہٹ سجائی۔ اٹھ کر ماں کے ہاتھوں کو تھاما۔ کلثوم بیگم نے رخ موڑ لیا۔ "شکریہ ماں" ہاتھوں کو لبوں سے لگاتے ہوئے کہا۔ ہاتھوں کو جس نرمی سے تھاما تھا اسے نرمی سے چھوڑ دیا۔ کلثوم بیگم نے دالان کے بیچوں بیچ صوفوں کے درمیان بڑی میز سے ٹشو نکالتے ہوئے ہاتھوں پر رگڑا۔ جیسے کسی اچھوت نے چھو لیا ہو اور رستم نے عشال کے سر پر محبت بھرا ہاتھ رکھا۔ لبوں پر تبسم تھا۔ آنکھوں میں درد۔ کلثوم بیگم نے اس کی مسکراہٹ دیکھی تھی۔ مگر اس کے آنسو احسن سے کہاں چھپے تھے؟ احسن نے کھڑے ہو کر رستم کا ہاتھ تھام لیا۔ رستم اس کے ساتھ اپنے کمرے کی جانب بڑھنے لگا۔

www.novelsclubb.com

مس طیاری"احسن نے سیڑھیاں پھلانگتے ہوئے گردن موڑ کر کلثوم بیگم کو" نفرت سے دیکھا۔جو پتھریلے تاثرات لیے ہنوز صوفہ پر بیٹھی تھیں۔

کہکشاں منزل میں دوپہر کے کھانے کا دور تھا۔کھانے کی میز مختلف انواع کے بعام سے سجی تھی۔وہ سیاہ جینز شرٹ میں ملبوس بالوں کا میسی جوڑا بنائے گلے میں مفلر لپیٹے صدر کرسی پر بیٹھی تھی۔

کوئی ہر بار خود ہی مان جاتا ہے اس بار کیا ارادہ ہے؟۔"اس نے عبداللہ کو دیکھا جو" سپاٹ چہرہ لیے بریانی کے نوالے نگل رہا تھا۔

جب کوئی اتنا ستائے تو کوئی کیا کرے۔"جواب دینا مناسب لگا سو دے دیا۔اس کی" حالت قدرے بہتر لگ رہی تھی دوا کھانے اور آرام کرنے سے بخار اتر گیا تھا۔اب وہ گلاس میں پانی انڈھیل رہا تھا۔

کہکشاں نے زارا آپا کو آنکھ سے اشارہ کیا اور زارا آپا نے سرسری نگاہ عبداللہ پر ڈالی جو گرے جینز پر سفید ڈھیلی ڈھالی شرٹ پہنے معمولی سے حلیے میں تھا۔زارا آپا نے کے کے 'کو دیکھتے ہوئے کندھے اچکائے اور یہ جتا دیا کہ اس معاملے میں وہ کچھ ' نہیں کرنے والیں۔ناراض کیا ہے تو منا بھی لو۔

ستانے کے لیے کسی اور کو ڈھونڈنا پڑے گا۔"اس نے انگلی کو ٹھوڑی پر رکھا" آنکھیں چھوٹی کیں۔ عبداللہ کو دیکھا جو کھانے کے ساتھ انصاف کرنے میں مگن تھا۔کہکشاں اسے دیکھتے ہوئے کھانے کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔ بھوک تو اسے بھی لگی تھی۔

کسی اور سے مراد؟؟۔" وہ ہمیشہ کی طرح اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ چکی تھی۔"

عبداللہ کے سوال پر پلیٹ پر جھکے ہوئے اس کے لبوں پر تبسم بکھرا تھا۔ مگر ابھی نہیں ابھی ضبط لازم تھا۔ سو ہنسی دبالی۔

کسی اور سے مراد کوئی اور؟ جسے میرے ستانے پر غصہ نہ آئے جو میرے ستانے پر" روٹھ نہ جائے..جو...." بات ادھوری چھوڑتے ہوئے شانے اچکائے اور کھانا کھانے لگی۔ اب زیادہ مزہ آنا تھا۔ ذائقہ لذیز لگنے لگا۔ اس کے انداز سے واضح تھا کہ وہ اسے چھیڑ رہی تھی۔ مگر عبداللہ یہ سمجھ جائے۔ ناممکن۔

عبداللہ نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا وہ اب اسے نہیں دیکھ رہی تھی۔

آپ سچ میں ایسا کریں گی؟" خدشات کی زد میں پوچھ ہی لیا۔"

تمہیں کیا لگتا ہے؟." سوال کے جواب میں سوال نے اسے تشویش میں مبتلا کر دیا" تھا۔ ایسا کون سا عمل ہے جو 'کے کے 'ٹھان لے اور نہ کرے کوئی بھی تو نہیں۔

عبداللہ نے سوچتے ہوئے لب کاٹنے شروع کیے۔

اگر کوئی مان جائے تو؟۔"ہر بار کی طرح کہکشاں بازی لے گئی تھی۔"

ہاں پھر کسی دوسرے کی کیا ضرورت؟۔"رویہ معمولی سا تھا۔بے فکری سے" جملہ ادا کیا۔مگر نوالہ نگلتے ہوئے اس کی آنکھیں چمکیں تھیں۔عبداللہ کو منانا کتنا آسان تھا۔خیر مشکل تو'کے کے 'کے لیے کچھ بھی نہ تھا.عبداللہ کا چہرہ بھی کھل اٹھا.دل میں جو ہول اٹھ رہے تھے ٹل گئے۔وہ مطمئن ہوا تھا کہ جو مقام اس کا تھا وہ اسی کا رہے گا۔انہیں اس طرح دیکھ کر زارا آپا کو بھی تسکین ملی تھی ان کا دل بھی خوشی سے سرشار ہوا تھا۔

www.novelsclubb.com

احسن شیرازی ہاتھ میں ٹرے تھامے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے کمرے میں داخل ہوا۔کمرے میں اے سی کی ٹھنڈک تھی۔دیوار گیر کھڑکیاں پردوں سے ڈھکی ہوئی تھیں۔بیڈ پر سفید چادر بکھرا بستر اور سلوٹیں تھیں۔احسن کی آنکھیں

مشکوک انداز میں سکڑیں۔دل کو دھکا سا لگا۔ٹرے کو سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے سٹڈی میں گھسا وہاں کوئی نہیں تھا۔

رستم۔"آواز لگائی جب کوئی جواب نہ ملا تو اس کے سینے پر وزن بڑھ گیا۔وہ اپنی" جگہ منجمد ہوا۔ذہن خدشات کی زد میں آگیا۔وہ اسے یہیں چھوڑ کر گیا تھا پھر وہ کہاں گیا؟سٹڈی میں چیزیں نفاست سے پڑی تھیں۔

پچھلی بار کلثوم بیگم کے تضحیک آمیز رویے اور تلخ باتوں،طعنوں کی وجہ سے مفلوج ذہن ڈرائیونگ کے زیر اثر رستم کے ساتھ حادثہ پیش آیا تھا۔وہ ٹھیک تو ہو گا؟ کہیں پھر سے کچھ؟۔

www.novelsclubb.com

اے سی کی ٹھنڈک کے باوجود ماتھا عرق آلود ہوا تھا۔اس نے دیوار گیر کھڑکیوں سے پردے ہٹائے۔شیشے کے پٹوں کو عجلت سے ہٹاتے ہوئے باہر جھانکا۔پورچ میں رستم کی گاڑی کھڑی تھی۔ڈکاٹی بھی وہیں تھی۔پھر وہ کہاں گیا؟اس نے باہر

جانے کی غرض سے دروازے کی جانب قدم بڑھائے ہی تھے اس سے قبل کہ وہ باہر نکلتا وہ اپنی جگہ شل ہو گیا۔ اٹیچ باتھ روم سے پانی ٹپکنے کی آواز آ رہی تھی۔

رستم...۔"دل میں اٹھنے والے شبہات سے مجبور ہو کر آواز لگائی۔ سائیڈ ٹیبل پر" پڑی چائے سے بھاپ اڑ رہی تھی اور احسن کا دل جل رہا تھا۔ ہر منظر دھندلانے لگا۔ بوجھل قدموں سے باتھ روم کے دروازے تک پہنچا۔ چیخنے کا من کیا مگر آواز کہیں اندر ہی دب گئی۔ جان سے پیارے دوست کو کھونا وہ افورڈ نہیں کر سکتا تھا۔ بڑی مشکل سے ہمت مجتمع کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی تھی۔

رستم..."آواز اتنی مدھم تھی کہ باتھ روم میں موجود وجود تک نہیں پہنچی" ہو گی۔ دروازے پر دباؤ بڑھایا تو وہ کھلا ہوا تھا۔ تیزی سے دروازہ اندر کی جانب دھکیلا۔ نظر سامنے گئی تو رستم طیار واش بیسن پر جھکا ہوا تھا۔ کالر اور آستینیں پانی سے بھیگی ہوئی تھیں۔ چہرے سے پانی کے بوندیں ٹپک رہی تھیں۔ احسن کی جان

میں جان آئی تھی۔ چند پل پہلے والی آنکھوں میں ابھرتی نمی کو پرے دھکیلتے ہوئے اندر کا رخ کیا۔

"ر...رستم...." ضبط رکھنا چاہا مگر اس کی حالت دیکھ کر زبان لڑکھڑا گئی۔ رستم کی اجڑی بکھری حالت نے احسن کو مزید اذیت سے دوچار کیا تھا۔ وہ منہ پر چھینٹیں مارنے میں مگن تھا۔ رستم نے گردن موڑ کر تکلیف دہ نگاہوں سے احسن کو دیکھا۔ ماضی کی تکلیفیں، حال کا اضطراب اور مستقبل کا خوف اس کی آنکھوں میں نمی کے ساتھ تیر رہا تھا۔ آنکھوں کے ڈورے سرخ ہو چکے تھے۔

"کیا میں اتنا برا ہوں احسن؟" دائیں ہاتھ کو کھول کر دیکھا جس سے کلثوم بیگم کو چھونے پر انہوں نے اسے اچھوت ہونے کا احساس دلایا تھا۔ احسن کو سکتہ سا ہوا وہ اسے کہنا چاہتا تھا کہ 'نہیں تم بہت اچھے ہو' مگر آواز نے ساتھ نہ دیا۔

بے عزتی، تحقیر اور محرومیوں کا ٹوکرا لیے رستم طیار اس کے سامنے کھڑا اپنی ذات کے بارے میں سوال کر رہا تھا۔ جس کا جواب احسن شرازی کے پاس نہیں تھا۔

ماں باپ کا کیا اولاد کے سامنے کیوں آتا ہے احسن۔؟اس نے پھر سے سوال کیا۔"
سوال پہلے سے قدرے دردناک تھا۔رستم کے چہرے پر کرب ٹھہرا تھا۔دل میں
درد تھا۔حزن آنکھوں سے چھلک رہا تھا۔

"رستم...چ...چلو۔"احسن کی آواز کپکپائی۔اسے تسلی دینے کو احسن کے پاس
لفظوں کا ذخیرہ نہیں تھا۔جن حالات کو وہ بچپن سے سہتا آیا تھا۔جو زخم بچپن سے
لگے تھے۔وہ روز ادھڑ جاتے تھے۔روز ٹیسیں اٹھتی تھیں۔وہ روز گرتا تھا سنبھل
جاتا تھا۔بچپن سے لے کر آج تک حقارت آمیز نگاہوں کی تپش سے وہ سلگتا رہا تھا۔

"کیا میں ماں کے لیے اچھا بیٹا نہیں بن سکتا۔؟رستم کے سوال احسن کو تکلیف پہنچا
رہے تھے۔رستم کی نظروں میں درد،کرب،حزن اور اذیت کے ساتھ سوالوں کی
بھی گٹھریاں تھیں جن کا وزن بہت زیادہ تھا۔احسن نے اسے شانوں سے تھام کر
خود سے لگا لیا۔حصار کو مضبوط کر لیا۔رستم کی آنکھوں میں ٹھہرے آنسو بے قابو
ہوتے گالوں پر لڑھک گئے۔احسن نے اس کی پشت کو تھپکا۔رستم کی بے آواز

چیخیں احسن کے دل میں گونج رہی تھیں۔ من تو کر رہا تھا کلثوم بیگم کا منہ نوچ لے۔ زبان کاٹ دے۔ مگر بڑوں کا لحاظ ہر بار آڑے آجاتا تھا۔ بڑے چھوٹوں کا لحاظ کیوں نہیں کرتے؟ ان پر رحم کیوں نہیں کرتے؟

احسن نے اسے خود سے جدا کیا۔ وہ اس کے سامنے کسی شکست خوردہ انسان کی طرح نادم کھڑا تھا۔ احسن کے دل کو کچھ ہوا اس نے رستم کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں کی مظبوط گرفت میں تھامے۔ تبھی اسے اپنے دائیں ہاتھ میں عجیب چپچپی شے کا گمان ہوا اسنے ہاتھ پیچھے کیا۔ احسن کے ہاتھ پر سرخ مائع لگا تھا ایسا ہی سرخ مائع رستم کے بائیں ہاتھ پر دیکھتے اسکا دل کرچی کرچی ہوا تھا۔ خون رستم کے ہاتھ کو رنگے انگلی کے پور سے نیچے سفید فرش پر ٹپک رہا تھا۔

احسن نے واش بیسن کو دیکھا جس میں خون کی چھینٹیں بکھری ہوئی تھیں۔ احسن نے اسے بازو سے دبوچا اور اسے اپنے ساتھ کھینچ کر کمرے میں لایا اور بیڈ پر بٹھایا۔ اب وہ ڈریسنگ مرر، سائیڈ ٹیبل کی درازیں کھول کھول کر دیکھ رہا تھا۔ بالا خر سامنے

www.novelsclubb.com

میز پر فرسٹ ایڈ باکس دکھ گیا۔ عجلت سے اسے اٹھائے رستم تک پہنچا۔ خون صاف کرتے ہوئے زخم کو دیکھا۔ بلیڈ سے لگایا گیا کٹ زیادہ گہرا نہیں تھا۔ احسن نے بے دلی سے اسے دیکھا۔ غصے سے آنکھیں بھی دکھائیں۔

"بس زبان چلتی نہیں۔۔ خود پر چھریاں چلالو۔" زیر لب بڑبڑاتے ہوئے رستم کو دیکھا۔ رستم کے لبوں کو مسکراہٹ نے چھوا کہ کوئی اس کے لیے بھی فکر مند تھا۔ مگر آنکھوں کو ٹوٹی ہوئی امید کی کرچیوں نے زخمی کر دیا تھا۔ احسن جو پٹی کھولتے ہوئے باندھنے لگا تھا۔ رک گیا۔ رستم کے بائیں ہاتھ کو ٹٹولتے ہوئے بغور دیکھا۔

"کیا دیکھ رہے ہو۔؟" رستم کے لب ہلے. مگر احسن شیرازی نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ ہتھیلی کا پوسٹ مارٹم کرنے میں محو تھا۔

"اتنا بڑا زخم نہیں ہے۔" رستم کو لگا وہ زخم دیکھ کر پریشان ہو رہا ہے اس لیے خود سے تفصیل پیش کی مگر احسن کے تاثرات میں تبدیلی نہ آئی۔

"تم فکر مت کرو۔" پھر سے دلیل دی۔

کیسے نہ کروں۔؟"اب کی بار چہرہ اٹھا کر رستم کو دیکھا۔اس کا چہرہ ایک حد تک پر" سکون تھا جو کہ خود کو اذیت دینے کے بعد ہر بار ہی ہو جاتا تھا۔وہ پھر سے ہتھیلی کا معائنہ کرنے لگا۔اب وہ زخم کو کھول کھول کر دیکھ رہا تھا۔

کیا پریشانی ہے۔؟"اب کے سوال میں دلیل نہیں تھی۔کوئی صفائی نہیں تھی۔" غصے کی رمق ضرور تھی۔

یہ زخم تو ٹھیک ہو جائے گا میں جانتا ہوں۔مگر مجھے ڈر ہے۔""کیسا ڈر۔؟"رستم" نے اس کے آہستگی سے بولنے پر پوچھ ہی لیا۔

مجھے ڈر ہے اگر شادی کی لکیر مٹ گئی ہوئی تو تم تو کنوارے رہ جاؤ گے۔'لہجے میں" رنج واضح تھا۔

احسن۔'وہ غرایا۔ وہ احسن شیرازی سے سنجیدگی کی امید کیسے رکھ سکتا تھا؟دماغ" "کو کوسا۔اور ناراضی سے ہاتھ کھینچ لیا۔"رہنے دو میں خود کر لوں گا۔

اچھا اچھا میں کر رہا ہوں ہنسی دباتے ہوئے اس کا بایاں ہاتھ تھامنا چاہا اور پھر" مضبوط گرفت میں لے بھی لیا۔ اب وہ پٹی کھول کر ہتھیلی پر لپیٹنے لگا۔ چند پل خاموشی حائل رہی رستم نے بھاری سر کو بیڈ کراؤن سے لگا لیا اور آنکھوں کو موند لیا۔

ویسے بات تو پریشانی والی ہے۔" خاموشی احسن کو کہاں راس آنی تھی؟۔"

احسن۔" انگلی اٹھا کر تنبیہ کی کہ 'اب مت بولنا'۔"

ٹھیک ہے کنوارے تو تم رہو گے۔ مجھے کیا؟ میری طرف سے دوسرا ہاتھ بھی" کاٹ لو۔" رستم نے تو جیسے کان لپیٹ لیے تھے کہ 'جو کہنا ہے کہتے رہو'۔

ویسے ہو تم بہت شاطر دائیاں ہاتھ تو بچا لیا کہ چلو شادی تو ہو جائے گی ناں خود کو" مارتے وقت بھی سوچنا پڑتا ہے۔ ہے ناں؟۔" انگلی کو ٹھوری پر رکھ کر وضاحت طلب کی۔

احسن کے بچے بیڈ پر پڑا تکیہ اٹھا کر احسن کو دے مارا۔"

ٹھیک ہے میری تو کوئی قدر ہی نہیں ہے" ناراضگی سے اٹھتے ہوئے سائیڈ ٹیبل پر" پڑی ٹرے اٹھالی۔چائے ٹھنڈی ہو چکی تھی۔احسن شیرازی کا دل بھی پر سکون ہو گیا تھا۔

پیار کرنے والوں کو خوار کرتے ہو خدا پوچھے گا۔" بڑبڑاہٹ جاری تھی۔جو رستم" کے کانوں تک بخوبی پہنچ سکتی تھی۔رستم نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا جو منہ بسورے ٹرے تھام کر کمرے سے باہر نکل رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

وہ آفس نہیں گئی تھی دن اور رات بیت چکے تھے۔نئی صبح پروان چڑھی تھی۔صبح کی دھند چھٹی تو سورج نے اپنی کرنوں سے دھرتی پر موجود زرے زرے کو چمکا دیا۔

ایسے میں اس کے کمرے کی گلاس وال سے سورج کی روشنی چھن کر کمرے میں داخل ہو رہی تھی۔وہ بیڈ پر مختلف کاغذات کا پلندہ بکھیرے گھٹ گھٹ گود میں رکھے لیپ ٹاپ پر انگلیاں چلا رہی تھی۔پوری طرح سے کام میں غرق کے کے نے گردن دائیں جانب جھکائی پھر یہی عمل دوسری جانب دہرایا غالباً وہ بہت دیر سے کام میں مگن تھی۔دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی وہ اس دستک کو پہچانتی تھی آنکھوں میں محبت سمیٹے اس نے زارا آپا کو اندر داخل ہوتے دیکھا۔

"چوبیس گھنٹے یہ لڑکی کام کرتی رہتی ہے مجال ہے جو ایک لمحے کو بھی ادھر ادھر نگاہ ڈال لے۔" وہ اس کے پاس بیڈ پر بیٹھیں۔زبان پر شکوہ خود بخود در آیا۔ شکوے بھی تو اپنوں سے کیے جاتے ہیں۔

"کہاں آپا۔؟عبداللہ کی وجہ سے وقت نہیں ملا ورنہ میرا ارادہ تو آفس جا کر کام کرنے کا تھا۔" نظریں پھر سے لیپ ٹاپ پر جما لیں۔

www.novelsclubb.com

تمہیں کوئی احساس بھی ہے اپنی صحت کا یا نہیں جب دیکھو اس موئے لیپ ٹاپ" کے آگے سر تانے بیٹھی رہتی ہو۔مجھے تو تمہاری نظر کمزور ہونے کا خدشہ ہے ۔"انہوں نے اس کے سامنے سے لیپ ٹاپ اٹھا کر سائڈ پر رکھا۔وہ گھر تھی تو اسکی خبر لیے بنا زارا آپا کو چین کہاں ملنا تھا۔کے کے کے چہرے پر مسکراہٹ اپنی چھپ دکھا گئی۔

میں تو کہتی ہوں کچھ دن چھٹی کر لو آفس سے اور کہیں گھوم پھر ہی آؤ کتنا وقت ہو" "گیا اب تم تو کبھی کہیں گئی ہی نہیں ہر وقت کام کام اور بس کام۔

اچھا ٹھیک ہے۔پہلے جب جاتی تھی کونسا گھومنے جاتی تھی کام کے لیے ہی جاتی" تھی ناں۔"اس نے دوبارہ سے لیپ ٹاپ اٹھا کر گود میں رکھا سامنے سکرین پر مختلف ڈیزائن دکھ رہے تھے۔

زارا آپا ٹھنڈی آہ بھر کے رہ گئیں۔

لیپ ٹاپ پر انگلیاں چلاتے وہ کن اکھیوں سے اس کو دیکھ رہیں تھیں یقیناً وہ کوئی بات کرنا چاہتی تھیں۔ایک لمحہ خاموشی کا آیا تھا۔

"آپا کوئی بات ہے تو کہیں ناں یوں خاموش تو نہ بیٹھیں۔"انہوں نے گڑبڑا کر کے کے کو دیکھا جو ہنوز کام میں مگن تھی

"کے کے بیٹا شادی کر لو۔"جملہ غیر متوقع تھا لیپ ٹاپ پر چلتی اس کی انگلیاں تھم گئیں اس نے حیران نظروں سے زارا آپا کو تکا۔ آیا کہ 'یہ' جملہ انہوں نے کہا تھا۔

"دیکھو بیٹا تم چھبیس کی ہونے والی ہو تمہاری عمر کی لڑکیوں کے تو دو دو بچے ہوتے ہیں۔۔"کے کے نے ضبط سے گہری سانس بھری یہ ٹاپک اس کے لیے نیا نہیں تھا زارا آپا کو جب بھی اس سے کوئی بات کرنا ہوتی تھی بات یہی ہوتی تھی۔

"آپا آپ پھر سے شروع ہو گئی ہیں۔اس کے علاوہ بھی کوئی بات کر لیا کریں۔"جھنجھلا کر ڈیسک ٹاپ سکرین فولڈ کی۔مشکل تھا کہ اب وہ کام کر پاتی۔

میں کون سا کہہ رہی ہوں آج ہی شادی کر لو لیکن اتنی تو رضامندی دو کہ میں" تمہارے لیے کوئی اچھا سا رشتہ تلاش کروں۔آخر کب تک اکیلے تنہائی کاٹو گی۔؟" سینے پر بازو لپیٹے کے کے نے نفی میں سر ہلایا وہ اپنے کسی قول یا فعل سے رضامندی تو کیا نیم رضامندی بھی نہیں دے سکتی تھی۔زارا آپا نے اس کے چہرے کے سپاٹ تاثرات جانچے شاید نہیں یقیناً وہ ان کی بات نہیں مانے گی لیکن ایک آخری کوشش ہاں ایموشنل کارڈ استعمال کرنے کا وقت ہو گیا تھا۔

ٹھیک ہے جب میں نہیں رہوں گی نا اس دنیا میں تم سب کے بیچ پھر کرنا شادی۔" یہ نہیں کہ تم لوگوں کی خوشیاں دیکھنے کی میری خواہش کو پورا کرو الٹا انکار کر کے مجھے دکھی بھی کر رہی ہو۔" انہوں نے نادیدہ آنسو صاف کیے کے کے کا دل پسیج گیا آگے بڑھ کر ان کے دونوں ہاتھ تھامے۔انہوں نے پرامید نظروں سے کے کے کو دیکھا وہ پھر سے نفی میں سر ہلا گئی۔

www.novelsclubb.com

اس میں پریشان ہونے والی کون سی بات ہے آپا؟آپ سب بخوبی جانتی ہیں پھر" بھی بار بار بات کر کے مجھے ازیت دیتی ہیں۔کیا آپ کو واقعی لگتا ہے کہ میں (سینے پر ہاتھ رکھا)،میں کبھی شادی کروں گی؟۔"انہوں نے اپنے ہاتھ اس کی گرفت سے آزاد کروائے۔

ٹھیک ہے میں ہی دیوانی ہوں جو یوں خود کو بے توقیر کرنے چلی آئی۔"انہوں" نے اپنے چپل پیروں میں اڑسی۔ کے کے توان کے عمل اور الفاظ پر دنگ رہ گئی۔ بے توقیر'۔ کیا وہ اس کی اور عبداللہ کی زندگی میں اپنی اہمیت سے واقف نہ' تھیں؟

www.novelsclubb.com

زارا آپا آئندہ ایسی بات مت کریئے گا۔اور رہی شادی کی بات تو مجھے جب" مناسب لگے گا میں خود آپ سے کہہ دوں گی۔"ان کا دل رکھنے کو بول ہی دیا۔ زارا آپا جانتی تھیں ہر دفعہ والا جواب دے کر انہیں وقتی طور پر مطمئن کر لے گی یہ ہی بات اس نے تین سال قبل پہلی بار کہی تھی اور پھر نا جانے کتنی بار؟

مگر یہ وار شاید اس بار کام نہیں آنا تھا زارا آپا گلاس وال کی جانب رخ کیے باہر لان میں دیکھ رہی تھیں۔

"ارے حارث تم۔؟"

میں جاتی ہوں بی بی جی۔" کے کے کی آواز پر زارا آپا پل بھر میں کہتے ہوئے مڑیں" ۔حارث کہکشاں منزل میں ور کر تھا۔وہاں کے کے کو اکیلے مسکراتے ہوئے دیکھ کر حیرت سے آنکھیں پھیل گئیں۔

ارے میری دلاری۔بی بی جی کی بات مانتے ہیں ناراض نہیں ہوتے۔"انکے گال" کھینچتے ہوئے کہا۔زارا آپا شرمندہ سی ہو کر مسکرادیں۔

www.novelsclubb.com

دیوار گیر کھڑکیوں کے آگے لگے پردے ڈوریوں سے بندھے تھے۔کمرہ روشنی میں ڈوبا ہوا تھا۔اور وہ ڈریسنگ مرر کے سامنے کھڑا بائیں کلائی میں رولکس کی گھڑی باندھ رہا تھا۔سفید شرٹ سے سیاہ ڈریس پینٹ کا امتزاج اس کی وجیہہ شخصیت کو مزید پر اثر بنا رہا تھا۔بال ہمیشہ کی طرح جیل سے سیٹ کیے ہوئے تھے۔عادت سے مجبور ہو کر بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پھر سے سیٹ کیا۔سیاہ جوتوں میں مقید قدم بیڈ کی جانب بڑھے۔سائیڈ ٹیبل پر پڑا فون اٹھایا اور نمبر ڈائل کرتے ہی کان سے لگا لیا۔

کدھر ہو؟"پیشانی پر بل ابھرے۔"

www.novelsclubb.com

کتنی کالز کی ہیں؟"آواز بلند ہوئی تھی۔"

میرے آنے سے پہلے تم وہاں ہو۔"حکم سناتے ہوئے موبائل کان سے ہٹا لیا۔

:آدھے گھنٹے بعد

رستم خان ٹیکسٹائل میں چھٹے فلور پر اپنے آفس میں ریوالونگ چیئر پر بیٹھا تھا اور احسن مجرموں کی طرح گردن جھکائے اس کے مقابل بیٹھا تھا۔"کہاں مر گئے تھے؟"رستم نے احسن کو دیکھا جو براؤن ڈریس پینٹ شرٹ میں ملبوس وجاہت کے سارے ریکارڈ توڑ رہا تھا۔

"ڈھابے پر گیا تھا۔"

"کیوں۔ڈھابے پر کیا تھا؟۔"

چائے۔"یک لفظی جواب۔اس کا مطمئنہ چہرہ دیکھ کر رستم کا دل کیا اپنا سر پیٹ" لے۔

"تمہیں معلوم نہیں تھا میٹنگ ہے؟"

www.novelsclubb.com

معلوم تھا۔"ٹکا سا جواب آیا۔"

"تو پھر خاک چھاننے گئے تھے وہاں؟۔"

نہیں بتایا تو ہے چائے پینے۔"جن آنکھوں سے احسن نے رستم کو دیکھا تھا واضح" تھا اس کی کم عقلی پر ماتم کر رہا ہے۔"حد کرتے ہو۔"تاصف سے سر بھی جھٹکا۔ رستم نے آنکھیں میچتے ہوئے گہری سانس لی۔اس بندے سے سر کھپائی کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔

تمہیں ایک مزے کی بات بتاؤں؟"خوشی سے لبریز انداز میں رستم کو دیکھتے" ہوئے کہا۔رستم نے آنکھیں رول کیں۔اب نہ جانے کون سی مزے کی (فضول) بات تھی۔

ہاں ضرور۔"زبردستی مسکراتے ہوئے اجازت دی۔"

"تو بات کچھ یوں ہے تیرے بھائی نے۔۔۔"

رستم سر وہ لوگ آ گئے۔" پریم چند نے اندر آتے ہوئے احسن کے جملے کو ادھورا" چھوڑ دیا۔ رستم پل کی دیری کیے بنا کرسی دھکیلتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا جبکہ احسن کو پریم چند کا آنا ایک آنکھ نہیں بھایا تھا۔

سارا مزہ خراب کر دیا۔" بڑبڑاتے ہوئے رستم کے پیچھے ہو لیا۔ میٹنگ روم میں" داخل ہوا تو وہاں بیٹھے تینوں آدمی جو کہ ادھیڑ عمر کے تھے اور تھری پیس سوٹس میں ملبوس پروفیشنل حلیوں میں تھے اپنی جگہوں سے کھڑے ہوئے۔

مصافحہ کرتے ہوئے رستم صدر کرسی پر بیٹھ گیا۔ جبکہ احسن اور پریم چند ان تینوں افراد کے ہمراہ میٹنگ ہال کے بیچوں بیچ لگی میز کے اطراف کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

خان ٹیکسٹائل سے مل کر کام کرنا ہماری خوش نصیبی ہو گی۔" بات کا آغاز مقابل" نے کیا تھا۔

رستم نے مسکراتے ہوئے "شیور" کہا اور کرسی گھماتے ہوئے پچھلی دیوار کو دیکھا۔

جس پر سکرین لگی ہوئی تھی۔پروجیکٹر کی روشنی میں خان پروڈکٹس والی ویڈیو شروع ہوئی۔جونہی جونہی سکرین پر مناظر بدل رہے تھے آنے والے افراد کی آنکھوں کی چمک میں بھی اضافہ ہونے لگا تھا۔بالاخر دس منٹ کے بعد ویڈیو ختم ہوئی مگر ان افراد کی نظریں ہنوز سکرین پر جمی تھیں۔

"یہ وہ پروڈکٹس ہیں جو ہم لاؤنچ کریں گے۔"رستم نے انہیں سحر سے باہر دھکیلا۔

"یک لفظی جواب۔مگر مطمئنہ۔"زبردست۔

"ناؤ شومی یور پروڈکٹس۔"رستم نے آدمی کے سامنے پڑے لیپ ٹاپ کو دیکھ کر کہا۔اس شخص نے رستم کے کہتے ہی لیپ ٹاپ کھولے اس کے سامنے رکھ دیا۔سکرین پر خوش نما پروڈکٹس تھے۔کبھی چمکتے ہیروں کی رِنگز سکرین پر نمایاں ہوئیں تو کہیں آویزے۔

پرفیکٹ۔"رستم نے ویڈیوز دیکھتے ہوئے اب لیپ ٹاپ پر یم چنداور احسن کی" جانب کیا۔

"Khan Textile will Rock as always."

پریم چند کی آواز بلند ہوئی۔

"آپ کے والد سے مل کر پہلے بھی ہمارے والد نے کام کیا تھا۔نہایت محنت پسند تھے۔سوجھ بوجھ، عقل ودانش اور فہم وفراست کے پیکر۔خان ٹیکسٹائل جیسی کامیاب کمپنی سے اس 'مشترکہ ایونٹ' میں تعاون کرنا ہمارے لیے باعث فخر ہے۔"

www.novelsclubb.com

"مجھے جان کر خوشی ہوئی عظیم صاحب..."اس سے پہلے کہ رستم اپنی بات مکمل کرتا اس شخص نے بات کاٹ دی۔

بدر حسین۔"اپنا نام بتاتے ہوئے وہ شخص کرسی سے ٹیک لگا گیا۔"

اور بدر صاحب آپ کا انتہائی فیصلہ جاننے سے پہلے میں آپ کو بتادوں کہ آج کل" خان ٹیکسٹائل کو چند کرائسز کا سامنا ہے۔آپ کو بتانا اس لیے اہم ہے چونکہ آپ خان ٹیکسٹائل کی کامیابی سے متاثر ہو کر اس ایونٹ میں ہمارے ساتھ کام کریں "گے۔

اس بات پر جہاں بدر نے باقی ساتھیوں کو دیکھا وہیں احسن اور پریم چند نے رستم کو صدمے کی سی کیفیت سے دیکھا تھا۔

ہمیں تو یہ ڈیل...."اس سے پہلے کہ بدر حسین اپنا جملہ مکمل کرتا اس کے ہمراہ" بیٹھے شخص نے بدر کے ہاتھ پر دباؤ بڑھایا۔بدر نے سوالیہ نگاہوں سے دائیں جانب گردن موڑ کر اپنے ساتھ کو دیکھا۔

ہم آپ کو میل کر دیں گے۔"جملہ اس شخص نے مکمل کیا تھا وہ جملہ جو پہلے بولے" جانے والے جملے سے ترمیم شدہ تھا۔

شیور۔"رستم نے اپنے سامنے سے لیپ ٹاپ اس شخص کو تھمایا۔الودائی کلمات"
کہتے وہ لوگ منظر سے ہٹ گئے پریم چند بھی ان افراد کے ساتھ میٹنگ روم کو چھوڑ
گیا تھا۔جبکہ احسن اور رستم اپنی اپنی جگہوں پر تھے رستم نے احسن کو دیکھ کر بھنویں
'اچکائے۔غرض یہ پوچھنا تھا'کہ اب کیا ہو گا؟

اب یوں یوں(اس نے رستم کی نقل اتارتے ہوئے ابرو اچکائے)کیا کر رہے"
ہو؟میرے صادق دوست۔"جلا بھنا سا جواب۔

مجھے لگتا ہے کام بن جائے گا۔"یہ کہتے ہوئے رستم کی نظریں میز پر پڑے خالی"
کافی کے کپوں پر جمی تھی۔

www.novelsclubb.com

مجھے لگتا ہے کام بن جائے گا۔"احسن نے بھرپور نقل اتارتے ہوئے شکوہ کناں"
نظروں سے رستم کو دیکھا۔

رستم نے خفگی سے اسے دیکھا۔

"کیا ہو گیا ہے؟ایسے کیوں گھور رہے ہو؟"

کیسے...کیسے گھور رہا ہوں؟۔"احسن غصے سے پھٹ پڑا۔"

ایسے جیسے ابھی کھا جاؤ گے۔"رستم نے بھی معصومیت کا لبادہ اوڑھ لیا۔اسے"

امید تھی کہ اب احسن میز پر پڑے کب اس کے سر پر پھوڑے گا۔

ہاں...کھانے سے یاد آیا...بھوک لگ رہی ہے۔"احسن نے باقاعدہ انگلیوں"

کے پوروں سے پیٹ کو چھوا۔اسے دیکھ جس کے تاثرات پل میں بدلے تھے رستم

کی تو مانو سر پر لگی اور تلووں پر بجھی۔رستم کرسی دھکیلتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔غصیلی

نگاہوں سے احسن کو دیکھا۔

"چلو اٹھو...پہلی فرصت میں۔"

ہاتھ سے دفع ہونے کا اشارہ بھی کیا۔احسن کے پاس اس کے لہجے کو سمجھنے اور ہاتھ کو

دیکھنے کی فرصت نہیں تھی۔وہ تو نہ جانے کس دنیا میں کھویا تھا؟

www.novelsclubb.com

میں ناں.... زنگر کھاؤں گا اور ایک کولڈ ڈرنک اور اس کے بعد اگر چائے ہو" جائے تو سونے پر سہاگہ ہو جائے گا۔" احسن نے خوشی سے لبریز ہوتے ہوئے تالی بجائی۔ کھانے کے تو تصور سے ہی دل خوش ہو گیا تھا۔

اف یہ لڑکا ہر بار رستم کا صبر کیوں آزماتا تھا؟

پیزے کے بارے میں کیا خیال ہے؟۔" دانت پیستے ہوئے رستم نے پوچھا۔"

آہا... منہ کی بات چھین لی تم نے۔" اب کی بار احسن نے اپنی کرسی چھوڑ دی" تھی۔

چلو۔۔۔ آج کی میٹنگ پر تو تم نے پانی پھیر دیا اب پارٹی تو بنتی ہے۔" احسن نے" اس کا بازو تھامتے ہوئے رستم کی نادانی پر چوٹ کی جس نے کولیبوریٹرز سے کمپنی کے ہوئے نقصان کے بارے میں بات کر کے بنی بنائی بات بگاڑ دی تھی۔

رستم نے احسن کو دیکھا۔آنکھوں میں حزن چھلکنے لگا تھا۔احسن نے اس کو دیکھتے ہوئے اپنے لب کاٹے۔اپنے طنزیہ جملے پر خود کو سا۔

چل یار سب سیٹ ہو جائے گا۔غریبوں کو کھانا کھلانے سے مشکلیں حل ہو جاتی" ہیں۔"احسن کی بات پر رستم ناچاہتے ہوئے بھی ہنس پڑا۔اسے ابھی بھی کھانے کی پڑی تھی رستم افسوس سے نفی میں سر ہلاتے ہوئے اس کے ہمراہ چل پڑا۔

وہ لان میں رکھی کرسیوں میں سے ایک کرسی پر بیٹھی تھی۔پاؤں جوتوں سے آزاد تھے۔ مخملی گھاس میں اس کے گورے پاؤں چھپ سے گئے تھے۔لیپ ٹاپ میز پر رکھا ہوا تھا۔وہ میل چیک کرنے میں مگن تھی۔جب ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس عبداللہ وہاں آیا تھا۔اس کے سلیپرز اترے دیکھ کر خود بھی سلیپرز اتارے اور سائیڈ پر گھاس پر رکھ کر گھٹنوں کے بل اس کے پاس بیٹھ گیا۔کہکشاں کی نظریں لیپ ٹاپ

سے ہٹ کر اس کے چہرے پر جم گئیں۔اسکی آنکھیں سوجھی سوجھی معلوم ہو رہی تھیں۔وہ سو کر اٹھا تھا شاید۔عبداللہ نے اس کی گود میں سر رکھا۔"آپی..."چند پل خاموشی رہنے کے بعد وہ بولا تھا۔

ہونہہ اس نے ہنکارا بھرا۔نظریں ہنوز سامنے پڑے لیپ ٹاپ پر تھیں۔

عبداللہ نے گردن اٹھائی اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے "شکریہ" کہتے ہوئے ہاتھوں پر باری باری بوسہ دیا۔بے اختیار مسکراہٹ اس کے لبوں پر بسیرا کر گئی۔آنکھوں میں حیرانگی ٹھہر گئی۔اچانک سے اظہار تشکر کیوں؟

وہ کس لیے۔؟"گہری سانس بھرتے پوچھ ہی لیا۔"

ہر چیز کے لیے۔۔۔ہر بات کے لیے۔"عبداللہ نے اس کے ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے ہی جواب دیا۔

تم ٹھیک تو ہو؟"عبداللہ کا ماتھا چھوتے ہوئے پوچھا۔"

."ٹھیک ہوں کیا ہو گیا ہے۔؟" وہ کوفت سے بولا

"اچھا لگ تو نہیں رہا۔" کے کے کا شرارتی موڈ آن ہو چکا تھا۔

"آپ مجھے تنگ کریں گی۔ پھر مجھے غصہ آئے گا اور پھر میں ناراض ہوں گا۔ میں ایسا نہیں چاہتا۔" آنکھوں میں التجا لیے اسے باور کروایا کہ اب ایسا کچھ مت کہنا جس سے میرا پارہ چڑھ جائے۔

"اوہ اچھا جی... تو یہاں فسادن مجھے بنا دیا گیا ہے۔؟" حیرت سے سوال کیا۔

"نہیں میں آپ کو فسادن نہیں کہہ رہا البتہ آپ ضرور کہہ رہی ہیں۔" وہ ہنسی دباتے ہوئے بولا تھا۔

"اچھا جی میں فسادن۔؟" انگلی سینے پر رکھتے ہوئے دریافت کیا۔

"آپ خود ہی کہہ رہی ہیں 'میں فسادن'۔" باقاعدہ سینے پر ہاتھ رکھتے نقل بھی اتاری۔

www.novelsclubb.com

کہکشاں کا منہ حیرت سے کھل گیا۔اس نے معتجب ہو کر عبداللہ کو دیکھا۔عبداللہ کا بخار اتر گیا تھا۔جتنا وہ اسے تپا چکی تھی اس کے مقابل یہ تو کچھ بھی نہیں تھا۔وہ سارے بدلے پورے کرنا چاہتا تھا۔وہ اپنے ہاتھ چھڑاتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ لیپ ٹاپ بند کرتے ہوئے پکڑنے ہی والی تھی کہ عبداللہ نے دونوں ہاتھوں کو لیپ ٹاپ پر جما لیا۔آیا کہ اب وہ کچھ بولے گی۔کچھ کہے گی۔کوئی کڑوی بات۔مگر وہ خاموش رہی اور لیپ ٹاپ وہیں چھوڑے گھاس پر پڑے سلیپرز اڑسنے لگی۔

سوری بھول پن میں بھول گیا تھا۔"اس نے اپنے لفظوں کی وضاحت دی۔"

دوسری طرف رخ کیے کھڑی کہکشاں کے لب مسکرا رہے تھے۔رخ پلٹا لب بھینچ کر مسکراہٹ دبائی۔چہرہ بے تاثر رکھا۔عبداللہ کرسی پر بازو پھیلائے مسکین شکل بنا کر اسے دیکھ رہا تھا۔جواب اسے دیکھنے کے بجائے ہوا سے لہلہاتے پودوں کو دیکھ رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

آپی پلیز ناراض مت ہوں۔آئی اپولوجائز۔" باقاعدہ کانوں کو ہاتھ بھی لگائے۔"

کہکشاں کو تنگ کرنے کے موڈ میں وہ خود پریشان ہو گیا تھا۔کہکشاں نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ایک نظر ڈالی اور پھر آنکھیں رول کرتی ہوئی پلٹی۔جیسے کہہ رہی ہو واٹ ایور"۔عبداللہ اس کے عجیب و غریب رد عمل پر متحیر سا بیٹھا رہ گیا۔کہکشاں" کی آنکھوں میں دکھ کے شائبہ نے اسے مزید شش و پنج میں مبتلا کیا تھا۔

ایسا بھی کیا کہہ دیا تھا اس نے؟اسے الجھن میں ڈالے وہ کب کی جا چکی تھی۔وہ چند لمحے پر سوچ نگاہوں سے پودوں کو دیکھتا رہا۔سورج زمین کی کوکھ میں واپس لوٹ گیا تھا۔پودوں پر پرندوں کی چہچاہٹ نہیں تھی۔سب ساکت ہو رہا تھا۔عبداللہ نے اپنی بے وقوفی پر ہاتھ ماتھے پر دے مارا۔

www.novelsclubb.com

میں مام کو کب تک روک سکتی ہوں؟تم سے کچھ نہیں ہو گا تو مجھے بتا دو تا کہ میں تم" سے کوئی امید لگا کر نہ رکھوں۔"دبی دبی آواز میں بات کرتی وہ کسی پر غصہ نکال رہی تھی۔فون کے پار کسی کی بات نے اسے مزید طیش دلایا تھا۔شانوں پر پڑا دوپٹا اتار کر بیڈ پر پٹک دیا۔

تم بات کرو گے؟سیریسلی....تم بات کرو گے؟۔"اس نے ڈبڈبائی آنکھوں پر" ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا تھا۔کمرے میں ادھر ادھر چکر کاٹتی وہ مذبذب سی معلوم ہو رہی تھی۔اس سے بات کرنے والے نے کچھ کہا تھا شاید جس کے جواب میں وہ مزید بولی تھی۔

www.novelsclubb.com

میں نہیں بیٹھوں گی...اچھا بیٹھوں گی تو کیا ہو گا؟ہم ایک ہو جائیں" گے؟۔" آنسو پلکوں کی باڑ توڑ کر گالوں پر پھسل گئے۔

تم رلاتے ہو مجھے...شوق نہیں مجھے رونے کا۔"فون پر بات کرنے والے نے" شاید اس کے بار بار رونے پر چوٹ کی تھی جس کے برعکس وہ روہانسی ہوتی بولی۔

سن رہی ہوں... دو سال سے تمہاری ہی سن رہی ہوں میں۔ تمہیں چاہتی ہوں" اے ڈی۔ تمہارے علاوہ نہیں سوچ سکتی کسی کے بارے میں۔ اگر اب بھی تم رشتہ لے کر نہ آئے تو....؟۔" گہری سانس بھرتے بیڈ کی پائنتی پر بیٹھ گئی۔

"ہاں میں خود کو کچھ نہیں کروں گی۔ لیکن تم آؤ گے۔" فون سے آتی آواز "ہاں" کی تھی۔ جس پر وہ پر سکون ہوتی فون کاٹ گئی۔ رونے کی وجہ سے بصارت دھندلی سی تھی۔ بے دردی سے آنکھیں رگڑتی وہ بغور کمرے کو دیکھنے لگی۔ کمرے کی دیواروں کا تھیم بلش پنک تھا۔ سفید ڈریسنگ ٹیبل، سفید بیڈ شیٹ اور سفید پردے۔ روشنیوں میں نہایا کمرہ نہایت دلکش معلوم ہو رہا تھا۔ وہ بے دلی سے اٹھ کر ڈریسنگ مرر میں اپنا عکس دیکھنے لگی۔ رونے کی وجہ سے سوجھی سوجھی آنکھیں۔ سنہری بال شانوں پر بکھرے تھے۔ نظریں اپنے عکس سے ہٹ کر شیشے میں نظر آتے دوسرے وجود پر ٹکیں تو اس نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

بھائی۔" گھٹی گھٹی آواز اس کے حلق سے نکلی۔"

www.novelsclubb.com

دروازے میں کھڑا رستم اندر آیا تھا۔عشال نے رخ موڑا۔سوکھے حلق کو تھوک نگلتے تر کیا۔قدم من من کے ہوئے تھے۔چلنا محال ہونے لگا تھا۔وجود خوف کے آہنی شکنجے میں جکڑا گیا۔رستم اس تک پہنچا۔

کیسا ہے میرا بچہ ؟۔"رستم کی پیار بھری آواز سے اس کی اٹکی سانسیں بحال ہوئی" تھیں۔کیا مطلب واقعی انہوں نے کچھ نہیں سنا تھا؟ذہن سے بوجھ اتر گیا۔گہری سانس بھرتے ہوئے اس نے خود کو کمپوز کیا۔

میں ٹھیک ہوں بھائی۔"یہ کہتے ہوئے آنکھیں پھر سے پانی سے بھر گئی۔"

نہ میرا بچہ...میرے ہوتے ہوئے رونے کی ضرورت نہیں ہے۔"رستم نے" اسے پچکارا۔

بھائی....وہ....مام....!"لڑکھڑاتے ہوئے کہا۔"

کوئی بات نہیں سب ٹھیک ہو جائے گا۔" پیار سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ وہ" مزید رونے لگی۔

پرامس کرو اب تم نہیں رو گی۔" بہن کی حالت دیکھ کر اس کا دل پسیج گیا تھا۔" عشال کے رونے میں کمی نہیں آئی تھی۔ وہ مزید روتے ہوئے رستم سے لپٹ گئی۔ رستم نے اس کے بالوں کو سہلایا۔ خود سے جدا کرتے ہوئے بیڈ پر بٹھایا۔ وہ ہچکیوں سے رونے لگی تھی۔ رستم نے سائیڈ ٹیبل پر پڑے جگ میں سے نے گلاس میں پانی ڈال کر اسے تھمایا۔ عشال نے اسے دیکھا اور ایک سانس میں پانی پی لیا۔

شاباش اب تم نے رو گی نہیں۔" آنسوؤں کو بے دردی سے رگڑتے ہوئے" عشال نے نفی میں گردن ہلائی۔ رستم مطمئن سا ہو کر پلٹا اور سیڑھیاں چڑھنے کے بعد وہ اپنے کمرے کا دروازہ کھولتے اندر آیا۔ وہ بستر پر دراز ہوتے ہوئے اذیت سے آنکھیں میچ گیا۔ آنسو تکیے میں جذب ہوئے تھے۔ لبوں پر بس ایک ہی پکار تھی۔

یااللہ"...." یااللہ"-----" یااللہ"۔"

تم ایسا کیسے کر سکتے ہو؟ کیا میں نے تمہیں یہ سب سکھایا؟۔"آواز قدرے بلند" تھی۔ گوری رنگت والے سات سالہ بچے نے سر جھکائے رکھا۔

میں نے کچھ پوچھا۔"اب کی بار وہ شخص غصے سے پھٹ پڑا تھا۔آواز سے دیواریں" لرز اٹھی تھیں اور سات سالہ بچہ بھی۔ہاتھ میں تھامی نوٹ بک جو کہ پھٹی ہوئی تھی اطراف میں پڑے سرخ بیگ پر رکھ دی۔ بھوری آنکھیں اٹھا کر باپ کو دیکھا۔ جو اپنی وجیہہ شخصیت کے ساتھ آنکھوں میں غصے اور خفگی کا سمندر لیے اسے گھور رہے تھے۔

اس نے مجھے کمزور کہا تھا۔"جواب نرمی سے دیا گیا تھا۔آواز میں ڈر نہیں تھا۔" مضبوطی تھی یا شاید پر اعتمادی۔

تو تم نے اس کا سر پھاڑ دیا؟۔"اب کی بار مقابل کی آواز مزید بلند ہوئی تھی۔وہ چیخ" نہیں رہے تھے مگر چیخنا بھی شاید اسی کو کہتے ہیں۔ گردن تک لحاف اوڑھے ہوئے بچے نے باپ کو دیکھا۔

میں نے اسے بتایا کہ میں کمزور نہیں ہوں۔" آواز میں خوف نہیں تھا۔عمل پر" شرمندگی بھی نہیں تھی۔ڈانٹ ڈپٹ سے کام نہیں بننا تھا اس لیے خود پر قابو پاتے ہوئے وہ شخص بیڈ پر بیٹھ گیا۔

مجھے بتاؤ کیا ہوا تھا۔" لہجے میں چاشنی گھل گئی۔"

بابا اس نے میری نوٹ بک پھاڑ دی۔"ننھے ہاتھوں سے نوٹ بک کی جانب اشارہ" کیا۔

کوئی آپ کی نوٹ بک پھاڑے گا تو اپ اس کا سر پھاڑ دو گے ؟"تصدیق چاہی۔"

میں نے نوٹ بک کی وجہ سے نہیں پھاڑا۔"سات سالہ بچے نے مطمئن انداز میں" جواب دیا تھا۔

پھر...؟؟"انداز تفتیشی تھا۔معاملے کی تہیں تھی باپ نے تہوں کو کھولنا چاہا جو" کہ مقابل ہی کر سکتا تھا۔

مجھے نوٹ بک پھٹنے پر غصہ آیا تھا۔مگر جیسا آپ نے کہا تھا کہ غصہ نہیں کروں گا" ۔میں نے نہیں کیا۔"بات کرتے ہوئے باپ کو دیکھا آیا کہ اس کی بات سن بھی رہے تھے کہ نہیں۔جب تسلی ہوئی کہ وہ اس کی جانب متوجہ ہیں تو بات جاری "رکھی۔"میں خاموش تھا۔۔۔بالکل خاموش۔جیسا آپ نے سمجھایا تھا۔

ہوں۔"باپ نے ہنکارا بھرا۔"

کوئی میری خاموشی کو میری کمزوری سمجھے گا تو مجھ پر واجب ہے کہ میں اس کا سر" پھاڑ دوں۔"آواز میں رعب تھا۔اب وہ سات سالہ بچہ نہیں لگ رہا تھا۔"تو اسے بول کر دکھاتے۔"مقابل کو بھی سمجھ آگئی تھی کہ معاملہ شاید سنگین تھا۔

لفظ کھوکھلے ہوتے ہیں اور عمل مضبوط۔"آپ نے کہا تھا۔باپ کو ان کی کہی بات" یاد دلانا چاہی۔باپ نے کوئی جواب نہ دیا۔وہ لاجواب ہوئے تھے۔

اس نے مجھ سے کہا کہ اب یہ کچھ نہیں بول رہا"۔والد پھر سے متوجہ ہوئے۔"

حالانکہ اسے سمجھنا چاہیے تھا کہ طوفان آنے سے پہلے خاموشی ہوتی ہے۔وہ" نہایت بے وقوف ہے۔"اس کی عقل کو کوسا۔کتنا کم عقل بچہ تھا۔

والد کی سمجھ سے باہر تھا کہ وہ اسے ڈانٹیں یا سمجھائیں۔

"تم آئندہ ایسا نہیں کروگے پرامس۔"

آئی ول ٹرائی۔"اس نے باپ کے بڑھائے ہوئے ہاتھ پر ہاتھ نہیں رکھا تھا۔وہ" وعدہ نہیں کرتا تھا۔

اور اتنی جلدی وعدہ کرنا بھی نہیں چاہیئے۔ہم انسان خوشی میں پرجوش ہو کر یا غم میں نڈھال ہو کر بنا سوچے سمجھے وعدہ کر لیتے ہیں۔جسے ہم بعد میں نہیں نبھا پاتے۔

ہمیں "کوشش" کا لفظ استمال کرنا چاہیے۔ کیوں کہ وعدہ ٹوٹ جائے تو گناہ ملتا ہے۔ وعدہ خلافی کرنے والے پر لوگ بھروسہ نہیں کرتے۔ وعدہ خلاف کا ایمان جاتا ہے اور اگر کوشش ناکام ہو جائے تو دوبارہ کی جا سکتی ہے۔ اس سے کسی کا نقصان نہیں ہوتا۔ نہ انسان کے معیار کا نہ انسان کے ایمان کا۔

والد نے اثبات میں گردن ہلائی۔ "اوکے اب تم سو جاؤ۔" انہوں نے ساری نوٹ بکس کو اس کے بیگ میں رکھنا شروع کیا۔ گوری رنگت والا بچہ آنکھوں میں نیند کا دریا لیے بیڈ پر دراز ہوا۔

والد نے سائیڈ ٹیبل پر بیگ رکھتے ہوئے رخ موڑا ہی تھا کہ اس نے ہاتھ تھام لیا۔

"آج میرے پاس سو جائیں ناں بابا۔" اس نے اس قدر پیار سے کہا تھا کہ والد سے انکار نہ ہو سکا۔ بچے نے جگہ بدلتے ہوئے والد کے لیے جگہ بنائی اور ان کے لیٹتے ہی ان کے گرد حصار باندھ لیا۔ والد نے اس کی پیشانی چومی اور آنکھیں موند لیں۔ مگر بچے کی آنکھوں سے نیند تو جیسے فرار ہو گئی تھی۔ وہ محبت بھری نگاہوں سے باپ

کے چہرے کو تکتا رہا۔ والد کو سوئے ہوئے تقریباً ساڑھے چار گھنٹے بیت چکے تھے۔ مزید آدھا گھنٹہ بیتا تو نیند کا غلبہ طاری ہو گیا۔ جس خدشے کی وجہ سے وہ جاگ رہا تھا شاید اس کے حقیقت نہ ہونے کی تسلی مل گئی تھی۔ اس کے نہ سونے کی وجہ یہ تھی کہ ہمیشہ کی طرح اس کے والد اس کے سونے پر چھوڑ کر نہ چلے جائیں۔ حصار کو مضبوط کیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ لمحہ بھر میں وہ نیند کی وادیوں میں کھو گیا۔

سات سالہ بچے کی آنکھ کھٹکے سے کھلی تھی۔ حصار مضبوط تھا مگر والد نہیں تھے۔ تکیے پر مضبوط گرفت کو دیکھا تو نیند کی وجہ سے سرخ آنکھیں تکلیف سے بھر گئیں۔ کمرہ وہی تھا بیڈ بھی وہی تھا۔ سائیڈ ٹیبل پر اس کا بیگ نہیں تھا۔ دیوار گیر کھڑکیوں کے آگے سے پردے ہٹے ہوئے تھے۔ کھڑکی کے پٹ کھلے ہونے کی وجہ سے سورج کی چند کرنیں کمرے میں داخل ہو رہی تھی۔ کلثوم بیگم کی آواز نے اسے

حیرت میں مبتلا کر دیا تھا۔ وہ پریشان ہوتا ہوا بستر سے اترا۔ سات سالہ بچہ رستم اس بات کو بھول چکا تھا کہ اس کے والد اس سے خوابوں کی دنیا میں مل سکتے تھے۔ انہیں وہ خواب میں گلے لگا سکتا تھا۔ اب وہ سات سال کا نہیں تھا۔ کتنا لمبا وقفہ تھا جو درمیان میں آن ٹھہرا تھا۔ کتنا فاصلہ تھا جو باپ بیٹے کے درمیان حائل تھا۔ ماضی کے جھروکوں میں کھوئے رستم نے کمرے کی ہر شے کو دیکھا۔ سب ویسا ہی تھا۔ یہی وجہ تھی اس کا کمرہ ہر جوان لڑکے کی طرح فرنشڈ نہیں تھا۔ وہ کمرہ یادوں کا سمندر تھا جہاں وہ زندگی بسر کر رہا تھا۔

ہلکی بڑی بیئرڈ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اس نے باہر کا رخ کیا۔ کلثوم بیگم دالان میں پڑے صوفوں میں سے ایک پر احسن کے مقابل بیٹھی تھیں۔ رستم نے سیڑھیاں اترتے ہوئے احسن کو دیکھا۔ کلثوم بیگم اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے رستم کی طرف مڑیں۔

www.novelsclubb.com

آ گئے لاڈ صاحب۔؟"اس کی نظریں احسن پر ٹکیں تھیں۔احسن نے ہاتھ سے گلا" کاٹنے کا اشارہ کیا۔آنکھوں آنکھوں سے جتا دیا کہ 'رستم تمہاری خیر نہیں'۔

کیا ہوا ماں؟۔"ماں کے سامنے رستم عرف آرٹی دی موٹیویشنل سپیکر بھیگا بلا بن" گیا تھا۔

"لو جی.... کیا ہوا...اب یہ بھی میں بتاؤں.؟"

جی آپ بتا دیجیے۔"رستم نے بے دھیانی میں بول دیا۔جہاں اس کے اس جملے پر" کلثوم بیگم کو تپ چڑھی تھی وہیں احسن کے سلگتے دل پر ٹھنڈی پھوار گری تھی۔

اچھا چلو میں بتا دیتی ہوں۔"خفت چھپانے کی غرض سے کلثوم بیگم نے صوفوں" کے بیچوں بیچ پڑی میز سے کاغذ اٹھاتے ہوئے رستم کا تھمایا۔تھمانا کہنا غلط ہو گا اس کی طرف اچھالا۔رستم نے سوالیہ نگاہوں سے انہیں دیکھا۔

کھول لو... کہ وہ بھی میں کھول کر دوں۔" کہتے ہوئے پھر صوفہ پر بیٹھ گئیں۔"

رستم نے کاغذ کھولا۔

خان ٹیکسٹائل کو ہوا کروڑوں کا نقصان "اخبار کی شہ سرخی میں لکھی سطر کو رستم"

نے زیرِ لب دہرایا۔

بلند آواز میں پڑھو اب کہاں دب گئی تمہاری آواز؟ میں کچھ کر رہا ہوں۔ مجھ پر"

یقین کریں۔ رستم کی نقل اتارتے ہوئے جلے بھنے لہجے میں بھرپور طنز کیا۔ عشال

کندھوں پر دوپٹہ سیٹ کرتے ہوئے وہاں آئی تھی۔ "رخصت ہونے کی تیاری پکڑ

لو۔ اس جیسے بھائی کے ہوتے ہوئے یہی ہو سکتا ہے۔" کلثوم بیگم کے بس میں ہوتا تو

لمحے کی دیری کیے بنا عشال کو رخصت کر دیتیں۔ غصے سے ان کا چہرہ سرخ تھا۔ اس

دوران جہاں کلثوم بیگم غصے سے سرخ انگارا ہوئی تھیں۔ وہیں احسن شیرازی کی

نظر رستم پر تھی وہ کسی غیر مرئی نقطے پر غور کر رہا تھا۔ آنکھیں چھوٹی کیے کچھ سوچ

رہا تھا۔ مگر کیا؟ چند لمحے کسی سوچ میں غرق رہنے کے بعد احسن نے بایاں ابرو

اٹھاتے ہوئے اثبات میں گردن ہلائی تھی۔یعنی جو سوچ پریشان کر رہی تھی اس کا سرا مل گیا تھا۔

"اخبار فولڈ کرتے ہوئے میز پر رکھی اور کلثوم" ماں آپ بالکل فکر مت کریں۔ بیگم کے گھٹنے پر ہاتھ رکھے پنجوں کے بل فرش پر بیٹھ گیا۔ بائیں ہاتھ پر ابھی بھی پٹی تھی وہ پرانا زخم بھول گیا تھا شاید۔ کلثوم بیگم نے نظریں اس کے چہرے پر جما لیں۔

"میں کیوں فکر کرنے لگی۔ جو گاجر کھائے اس کے پیٹ میں درد ہو۔ مجھے کیا؟" انہوں نے اس قدر لاپرواہی سے کہا کہ احسن کی ہنسی چھوٹ گئی۔ خود پر ضبط کرتے ہوئے لبوں کو پیوست کر لیا۔ مگر من تو تھا کہ قہقہے لگائے۔

"احسن نے" بندہ پوچھے فکر نہیں تھی تو تب سے پورا گھر سر پہ کیوں اٹھایا ہوا تھا" سوچ کے زیر اثر سر جھٹکا۔ رستم لاجواب ہوا تھا۔ کوئی بات... کوئی دلیل کچھ بھی نہیں تھا جو وہ کلثوم بیگم کو تھماتا جس کے زیر اثر وہ پُرسکون ہو جاتیں۔ وہ خاموشی سے اٹھ کھڑا ہوا اور ایک نظر گردن موڑ کر احسن کو دیکھا۔ پھر سیڑھیاں چڑھنے لگا

۔اب احسن کو چین کہاں ملنا تھا؟آنکھیں ملتے ہوئے اپنی جگہ چھوڑی اور رستم کے پیچھے ہو لیا۔

اسلام آباد میں وہ دن خوشگوار تھا۔ رات بھر بارش برسنے کی وجہ سے فضا معطر تھی۔آسمان کی نیلی چادر شفاف معلوم ہو رہی تھی۔فلک پر سورج کی بجائے جگہ جگہ روئی کے گالوں کی مانند سفید بادلوں نے بسیرا کیا ہوا تھا۔اس نے بگاٹی ڈیوو کو کے کے کریئیشنز کے سامنے روکا تھا۔ گاڑی کے ٹائر چرچرانے کی وجہ سے آواز پیدا ہوئی تھی۔ چوکیدار نے نظریں اٹھائے اسے دیکھا جس کی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔وہ شیشے کا دروازہ دھکیلتے اندر داخل ہوئی تھی۔ آفس کے اندر چہ میگوئیاں جاری تھیں۔چند ایک ورکرز میزوں پر جھکے تھے اور زیادہ تر موبائلوں پر

مگن تھے۔سیرینہ اور علینہ باتیں کرنے میں محو تھیں۔وہ اندر داخل ہوئی تو سب نے حیرت بھری نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔

آج تو یہ آفس نہیں آنے والی تھیں۔"وہاں موجود لوگوں میں سے ایک لڑکی نے' دوسری کے کان میں کہا تھا۔ وہ جو آفس کی جانب بڑھ رہی تھی۔سیرینہ کے ٹیبل پر جھکی۔کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا۔ سیرینہ کا حلق خشک ہوا تھا اور آنکھیں خوف سے بھرنے لگی تھیں۔

میرے کیبن میں پہنچو۔"وہ کہتے ہوئے چلی گئی۔ سب ورکرز نے معنی خیز" نظروں سے سیرینہ کو دیکھا تھا۔جس کی شاید آج پھر کلاس لگنے والی تھی۔ سیرینہ ان سب کو دیکھتے ہوئے منہ میں کچھ بڑبڑاتی ہوئی پانچ منٹ بعد لڑکھڑاتے قدموں سے کہکشاں کے آفس میں داخل ہوئی تھی۔ اس نے باس کو دیکھا جو دیوار کی جانب رخ کیے ریوالونگ چیئر گھمائے بیٹھی تھی۔

"یس باس؟"

آج کیا تاریخ ہے؟"اس کا لہجہ خار کھاتا ہوا تھا۔"

سیرینہ لمحہ بھر کے لیے حیران ہوئی تھی۔

باس... بیس"اپنی حیرانگی پر قابو پاتے ہوئے جواب دیا۔"

ہونہہ"کے کے نے ہنکارا بھرا۔"

اور وقت؟؟۔"نیا سوال پوچھا گیا تھا۔"

باس...ایک بج کر تیرہ منٹ۔"سیرینہ نے وال کلاک کو دیکھ کر کہا تھا۔"

یہ تاریخ اور وقت یاد رکھنا۔"برف سے سرد لہجے میں کہتے ہوئے اس نے کرسی"
کو گھمایا تھا۔اسکی آنکھوں سے سیرینہ کو خوف محسوس ہوا تھا۔

کیوں باس؟۔"لبوں کو تر کرتے ہوئے سوال پوچھا۔"

www.novelsclubb.com

کیونکہ اس تاریخ اور اس گھڑی میں, تمہیں فائر کیا جاتا ہے۔"سیرینہ کی آنکھیں" حیرت سے کھل گئی تھیں۔وہ سوچوں کے آہنی شکنجے میں جکڑی اپنی خطا تلاش رہی تھی۔

کیوں باس۔۔۔میں نے کیا کیا ہے؟"اس کے گلے میں گلٹی ابھر کو معدوم ہوئی" تھی۔

غلطی۔"یک لفظی جواب نے اسے مزید پریشان کیا تھا۔ایسی کون سی غلطی تھی" جس کی بنا پر اسے نوکری سے ہی نکالا جا رہا تھا۔سیرینہ نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

www.novelsclubb.com

کونسی غلطی باس۔"آواز مدھم سی تھی اور رویہ نرم سا۔وہ کہیں سے بھی وہ" سیرینہ معلوم نہیں ہو رہی تھی جو اسے گالیوں سے نوازتی تھی۔

عدیل کی ذمہ داری تمہیں سونپی گئی تھی۔آج کی میٹنگ کینسل ہو گئی تھی۔تم" نے میلز چیک نہیں کیں تھیں۔اور اگر کیں تھیں تو مجھے انفارم نہیں کیا تھا۔میں

وہاں میٹینگ کے لیے گئی تھی جب مجھے معلوم ہوا۔مجھے نان سیریس بیہیویئر یہاں نہیں چاہیے۔"

سیرینہ نے ہڑبڑی میں ہاتھ میں تھاما موبائل دیکھا۔جس پر صبح دس بجے میٹنگ کینسل ہونے کی میل موصول ہوئی تھی۔وہ شرمندگی سے سر جھکا گئی۔

"سوری باس۔"

نو سوری..نو ڈرامہ۔آپ کو لیٹر اور سیلری مل جائے گی۔ناؤ یو کین گو۔"حکم" صادر کرتے ہوئے وہ میز پر پڑی فائل کو کھولنے لگی۔

سیرینہ ہنوز کھڑے کھڑے انگلیاں مروڑ رہی تھی۔لب کاٹتے ہوئے باس کو دیکھا ۔جو اسے مکمل فراموش کیے اپنے کام میں مصروف تھی۔

باس آئی ایم سو سوری۔یہ میرا کام نہیں تھا"۔"

آپ کو سونپا گیا تھا"اسکی بات کاٹتے ہوئے کہا۔دھیان فائل پر ہی تھا۔"

میری غلطی ہے۔مجھے خیال کرنا چاہیے تھا۔پلیز اگر میں اپنے کام میں کوئی خطا" کروں تو مجھے نکال دیجیے گا۔پلیز باس۔"سیرینہ نے ڈں ڈباتی آنکھوں سے التجا کی تھی۔

بیٹھیں۔"ناجانے کیسے کے کے کو اس پہ ترس آگیا تھا۔"

"ابھی مجھے نیکسٹ اپڈیٹ دیں۔"

سیرینہ نے موبائل پر میل باکس کھولا تھا۔"باس اگلے دو دن کوئی میٹنگ نہیں "ہے۔پرسوں شام جیولری شاپ میں ڈیلر سے ملنا ہے۔

آئی ایم سوری باس۔"وہ شاید واقعی شرمندہ ہوئی تھی اس لیے پھر سے بولی۔"

یہ لاسٹ چانس تھا۔اینڈ لاسٹ مینز لاسٹ۔کہکشاں کے کام میں غلطی کی" گنجائش نہیں۔اگر آئندہ کبھی غلطی ہوئی تو کام چھوڑ دینا اور دوبارہ نظر مت "آنا۔کیونکہ کے کے غلطی کی معافی نہیں دیتی۔اور سزا تم سے سہن نہیں ہو گی۔

اس کا شیطانی روپ پھر سے سامنے آیا تھا۔ سیرینہ کو بے اختیار اس سے خوف محسوس ہوا تھا۔ جیسے وہ اسی پھانسی پر لٹکانے کی دھمکی دے رہی ہو۔ اسکی چند پل پہلے والی نرمی پر جو عزت اسکے لیے سیرینہ کے دل میں آئی تھی اسکی مدت لمحہ بھر ہی تھی۔

کہکشاں کے ہاتھ سے دروازے کی جانب اشارہ کرنے پر اس نے لب کاٹتے ہوئے باہر کا رخ کیا تھا۔ ابھی باہر جا کر اسے نئے طوفان کا سامنا کرنا تھا۔ عدیل کی عدم موجودگی میں وہ کے کے، کے آفس نا آنے کی اطلاع سب ورکرز کو دے چکی تھی۔ جس کی بنا پر سب کام کی بجائے موجیں کرنے میں مگن تھے۔ آفس میں موجود ہر کوئی جانتا تھا کہ کے کے نے انہیں دیکھ کر ردِ عمل نہیں دیا۔ مگر اس نے دیکھ لیا ہے سب کی جان نکالنے کے لیے یہی کافی تھا۔

سیرینہ آفس سے باہر آئی۔ اٹکا ہوا سانس بحال ہوا تھا۔

www.novelsclubb.com

شکر ہے بلا ٹلی۔عدیل سر کیسے اس شیطان کی کاپی کو ڈیل کرتے ہیں؟۔"وہ یہ" سوچتے ہوئے بالوں کی لٹ کو انگلی پر لپیٹتے ہوئے اپنے کیبن میں کرسی پر بیٹھ گئی۔

رستم موبائل پر نیوز چینل پر چلتی خبریں سن رہا تھا۔"خان ٹیکسٹائل کو ہوا کروڑوں کا نقصان۔ ان مشکل حالات میں کیا کرے گی کمپنی؟۔" ہاتھ میں مائک تھامے اینکر بلند آواز میں کہہ رہی تھی۔ رستم کا موبائل میز پر پڑی کتابوں کے سہارے آڑے انداز میں پڑا تھا اور وہ دونوں کہنیوں کو میز پر رکھے ہاتھوں کی انگلیوں کو باہم الجھائے ان پر ٹھوڑی ٹکا کر بیٹھا تھا۔ احسن اس کے سامنے ایک ہاتھ میز پر رکھے دیوار سے ٹیک لگائے قدموں کی قینچی بنا کر کھڑا تھا۔

کیوں کیا تم نے یہ سب ؟۔"احسن کی آواز پر اینکر کی آواز مدھم ہونے لگی تھی۔" رستم نے نظریں اٹھائیں آبرو اچکا کر اسے دیکھا۔ ٹھوڑی ابھی بھی ہاتھوں پر ٹکی تھی۔ اس کی پوزیشن میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔

جانتے ہو کتنا نقصان کیا ہے تم نے خود کا؟۔' اس کی چُپ پر وہ مزید بھڑکا" تھا۔ سلگتی ہوئی نگاہیں اس پر گاڑھیں۔رستم نے گردن سیدھی کی۔ پشت کرسی سے لگالی۔ ناگواری سے اسے دیکھا پھر رخ پلٹ گیا۔

احسن دنگ ہوا تھا اس کے جسم میں اب مروڑ اٹھنے لگے تھے۔ وہ پیر پٹختے ہوئے اس کے سامنے کھڑا ہوا۔

www.novelsclubb.com

یہ نہیں پوچھوں گا تم نے یہ خبر پھیلائی ہے۔کیونکہ میں جانتا ہوں یہ تمہارا کام" ہے۔کیوں کیا؟ یہ ضرور پوچھوں گا۔"احسن نے سخت پتھریلی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

کچھ بولو گے۔"احسن کو اپنا سر گھومتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔"

احسن کا من تو کر رہا تھا اس کے سر پر کچھ دے مارے۔رستم خاموش تھا اس کا اس طرح کا رویہ اور تاثرات احسن کے لیے غیر متوقع تھے۔

"... تمہیں ڈر نہیں لگ رہا کہ "

اس سے پہلے کہ احسن اپنی بات مکمل کرتا رستم کے لبوں پر لگا قفل ٹوٹ گیا۔

اب نہیں لگ رہا۔"گہرا تنفس لیتے ہوئے اس نے کہا تھا۔ "پہلے لگ رہا تھا۔" بہت.... کہ کسی کو معلوم پڑ جائے گا۔کوئی ہمارے ساتھ کو لیب نہیں کرے گا۔ میں جھوٹ کی بنا پر کچھ نہیں کرنا چاہتا۔اور سچ کی بنا پر سب بھاگ جائیں گے ۔یہاں کوئی سچ کی بنا پر کام نہیں کرتا۔کوئی بھی سچے انسان کا ساتھ نہیں دیتا۔" اس کے لہجے میں افسوس تھا۔

احسن کچھ بولنے کے قابل نہیں رہا تھا۔رستم کی آنکھوں میں گزری رات والا رنج نہیں تھا۔حزن کا نام و نشان تک مٹ گیا تھا۔اس کی جگہ پر اعتمادی نے لے لی تھی۔

"احسن میں واقعی ڈر گیا تھا۔مجھے ڈر لگنے لگا تھا۔اور جو ڈرتے ہیں وہ کچھ کرنے کے قابل نہیں رہتے۔جن کو ہارنے کا ڈر ہو وہ ہار جاتے ہیں۔اور مجھے ہارنا نہیں تھا۔" رستم بول رہا تھا اور احسن کچھ بولنے کی پوزیشن میں نہیں رہا تھا۔

"اب کوئی ڈر نہیں رہے گا۔کوئی خدشہ، کوئی اندیشہ، فکر، پریشانی، تردد، کچھ بھی نہیں۔اب جیت ہو گی۔جیت۔" وہ عجب اعتقاد سے کہہ رہا تھا۔پُر عزمی چہرے سے چھلک رہی تھی۔آنکھیں یقین سے بھری ہوئی تھیں۔مسکراہٹ نے لبوں کا احاطہ کیا ہوا تھا۔

"اب تم جیت جاؤ گے۔؟" احسن نے حیرت سے سوال کیا۔

"ڈر کو جڑ سے اکھاڑ دو تو جیت مقدر بن جاتی ہے۔" احسن کے سوال کا جواب دیتے اسکے تاثرات پل میں بدلے تھے۔احسن کو اس پل ان آنکھوں سے خوف سا محسوس ہوا تھا۔

"میں... میں نے ڈر کی جڑ کاٹی ہے۔تم دیکھنا۔"

(اٹھتے ہوئے احسن کے دائیں گال کو تھپکا) تم دیکھنا آج جو کولیبوریٹر آئے گا ڈیل ڈن ہو گی۔ تم دیکھنا۔" اسکی پُر تپش آواز احسن کی سماعت سے ٹکرائی تھی۔ پُر عزم ظفر مند، کامیاب اور کشائندہ رستم کو دیکھتے ہوئے احسن کی آنکھوں میں الوہی سی، چمک جاگی تھی۔ لب مسکرانے لگے تھے۔ خوش و خرم رستم کو دیکھ کر احسن شیرازی بھی مسرور ہوا تھا۔

لاہور کا فائیو سٹار ہوٹل دوپہر میں اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ کھڑا تھا۔ باہر کے گرم اور پر تپش ماحول کے برعکس ہوٹل کا اندرونی ماحول اے سی کی ٹھنڈک سے پر سکون تھا۔ ہوٹل کی وسیع لابی میں ہلچل کا سماں تھا۔

ریسپشن ڈیسک پر ریسیپشنسٹ اپنی مخصوص و مصنوعی مسکراہٹ سے ہر آنے والے کا استقبال کر رہی تھی۔ لابی میں مغربی انواع کی سی فام رنگی دیواروں پر بے

لوٹ اداکاروں کی تصاویر، فیسنگ وال پر گھومتی ہوئی ساعت، اور چھت کے بیچوں بیچ قمقمم (فانوس) کی سنہری روشنی کی بدولت سنگ مرمر کے فرش پر بننے والے دلکش عکس نے ہوٹل کی خوبصورتی کو چار چاند لگا دیے تھے۔ان حسین وفشنگ مناظر کو وہیں چھوڑ کر ہوٹل کے دوسرے فلور پر آؤ تو وہاں سکوت تھا۔سیاہ رنگی صوفے اور ان کے وسط میں میزیں لگی ہوئی تھیں۔انہی نشستوں میں سے ایک پر احسن شیرازی رائل بلیو تھری پیس سوٹ میں ملبوس ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھا تھا ۔اطراف کی شیشے کی دیواریں پردوں سے ڈھکی ہوئی تھیں۔جہاں احسن کا دھیان کلائی پر بندھی گھڑی پر تھا وہیں دائیں دیوار کے ایک کونے میں سیاہ ڈریس پینٹ پر سیاہ شرٹ پہنے ہوئے رستم طیار فون کان سے لگائے گفتگو کر رہا تھا۔ہوٹل کا یہ حصہ پیشہ ورانہ افراد کے لیے مخصوص تھا۔جہاں پر میٹنگز کے لیے پر اثر ماحول فراہم کیا جاتا تھا۔احسن کی نگاہیں وقت کی رفتار پر تھیں۔اور چہرے پر انتظار کی بے قراری کا عکس۔

www.novelsclubb.com

رستم کا ایک ہاتھ سنہری پردے سے الجھا اور اس نے پردے کو پیچھے ہٹایا۔اس کے لب حرکت کر رہے تھے اور نظر باہر کے گرم ماحول کا احاطہ کیے ہوئے تھی۔

جیسے ہی گھڑی کی سوئیوں نے پکڑم پکڑائی کا کھیل کھیلتے چار بجائے تھے۔تب ہی لفٹ کے تختے ایک دوسرے سے جدا ہوئے۔وہاں کے پُر سکوت ماحول میں خلل قدموں کی چاپ نے ڈالا تھا۔احسن کی نظروں کے ساتھ ساتھ رستم کی نظروں نے آنے والے کا تعاقب کیا۔گرے تھری پیس سوٹ میں ملبوس تقریباً بتیس سالہ مرد، ہاتھ میں لیپ ٹاپ بیگ تھامے لبوں پر مسکراہٹ سجائے ان کی جانب بڑھ رہا تھا۔بے ساختہ مسکراہٹ نے احسن کے لبوں کا احاطہ کیا۔چہرے کی بے چینی یکایک غائب ہو گئی تھی۔انتظار ختم ہوا تھا۔

انتظار ختم ہونے پر کتنی خوشی ہوتی ہے ناں۔

www.novelsclubb.com

جہاں احسن آنے والے کے احترام میں کھڑا ہوا تھا۔وہیں رستم طیار نے الوداعی کلمات کہتے ہوئے فون کان سے ہٹایا اور مسرت سے سرشار چہرے کے ساتھ آنے والے کی طرف متوجہ ہوا۔

السلام وعلیکم!"رستم نے اس شخص سے مصافحہ کیا۔ایک دوسرے پر سلامتی" بھیجنے کے بعد احسن شیرازی اور کلائنٹ ایک دوسرے کے مقابل بیٹھے تھے۔جبکہ رستم طیار احسن کی داہنی طرف والے صوفہ پر بیٹھا تھا۔

آپ کا سفر کیسا رہا؟"انداز پروفیشنل تھا اور لہجہ نرم۔

اٹ واز گڈ۔"جواب مسکراہٹ کے ساتھ دیا گیا تھا۔اسکے بعد کی گفتگو میں" کاروباری معاملات،مناسبات،اور دیگر اہم موضوعات کے بارے میں بات چیت جاری تھی۔اتنے میں ویٹر ٹرالی دھکیلتے ہوئے وہاں آیا تھا۔اور کافی رکھتے ہوئے وہ واپس لوٹ گیا۔

رستم اب لیپ ٹاپ کھولے خان ٹیکسٹائل کی پراڈکٹس اس شخص کو دکھا رہا تھا۔اس شخص کے تاثرات سے یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ اسے پراڈکٹس پسند آ رہی تھیں یا نہیں۔وہ شخص بے تاثر چہرے کے ساتھ رستم کی تھمائی ہوئی فائل کو دیکھ رہا تھا جبکہ احسن موبائل پر کوئی نمبر ملاتے ہوئے اپنی جگہ چھوڑتے ہوئے اٹھا تھا۔

"ڈیزائنز عمدہ ہیں۔اور ویسے بھی خان ٹیکسٹائل کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔" اس شخص کی مختصر بات نے رستم کے کندھوں سے منوں کا بوجھ ہٹا دیا تھا۔

آنکھوں میں اب سکون در آیا تھا۔احسن واپس اپنی جگہ پر بیٹھ گیا تھا۔چند منٹوں بعد ویٹر دوبارہ ٹرالی دھکیلتے ہوئے رونما ہوا۔پیسٹریز، کوکیز اور چائے رکھتے ہوئے وہ ویسے ہی واپس لوٹ گیا۔

"اس شخص" خان ٹیکسٹائل کے ساتھ مل کر کام کرنا ہماری خوش قسمتی ہو گی۔" نے کہا تھا جبکہ احسن نے اسکی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

کام وام تو ہوتے رہیں گے، چائے لیں ناں۔" اپنے دو کپ تھامتے ہوئے ٹرے" اسی انداز میں دھکیل دی جیسے رستم کو تھماتا تھا۔ رستم نے بروقت صورتحال سنبھالتے ہوئے پہلے موجود ٹرے میں سے کافی کا کپ اس شخص کے آگے رکھا۔ اس شخص نے مسکرا کر رستم کو دیکھا۔ مسکراہٹ میں سراسر بے عزتی تھی۔

رستم نے زبردستی مسکراتے ہوئے اس کو دیکھا۔ من کیا کہ اسے کچا چبا جائے مگر رستم کے لیے ضبط آزمائی کا لمحہ تھا۔

یہ تو آپ کو کام کر کے پتہ چلے گا کہ خوش قسمتی کیا چیز ہوتی ہے؟۔" حرکتوں" کے ساتھ ساتھ زبان نے بھی رستم کا ضبط آزمانا شروع کیا۔ مقابل نے گردن اثبات میں ہلائی۔

رستم نے احسن کو گھورا اور احسن شیرازی نے پلکیں اس انداز میں جھپکیں کہ فکر مت کرو۔ (میں ہوں ناسب برباد کرنے کے لیے)

"کیا کمال کمپنی ہے ٹاپ رینکنگ، انٹرنیشنل لیول پر کامیاب۔"

آپ اس بات سے واقف ہوں گے کہ کمپنی کو کرائسز کا سامنا ہے۔آپ ہمارے ساتھ کام کرنا چاہیں یا نہیں کوئی زور زبردستی نہیں ہے۔سب آپ پر ڈیپینڈنٹ ہے۔"رستم نے احسن کی بات کاٹی تھی۔"

جب باہر خبر پھیلے گی ناں کہ خان ٹیکسٹائل نے پستی کا سفر شروع کر دیا ہے تو دیکھیں گے کون سی ترکیب کام آئے گی۔"کلثوم بیگم کی آواز کانوں میں گونجنے لگی تھی۔ایسے ڈیل طے ہونا مشکل تھا یا شاید ناممکن۔مگر رستم جھوٹ کی بیساکھیوں کے سہارے کھڑا ہونے کے مقابل اپنے سچ کے ساتھ رکے رہنے کو ترجیح دیتا۔سو اس نے وہی کیا۔ان دونوں کے درمیان کیا بات ہوئی تھی احسن نے کچھ نہیں سنا تھا۔چائے کا دور ختم ہوا تو مقابل نے لیپ ٹاپ کھولتے ہوئے اپنے پروڈکٹس دکھائے۔ناپسندیدگی کی گنجائش نہیں تھی اور کمپنی کو ہونے والے نقصان کی وجہ سے مقابل کے پروڈکٹس کو ناپسند کرتے ہوئے ہونے والی ڈیل کو رد کرنے کا حق بھی نہیں تھا۔

www.novelsclubb.com

آپ کو میل کے ذریعے یا میسج سے فائنل ڈیسیژن کے بارے میں انفارم کیا" جائے گا۔"پروفیشنل انداز میں کہتے ہوئے شخص نے اپنی جگہ چھوڑ دی تھی۔رستم اور احسن بھی اپنی جگہوں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔وہ شخص جیسے آیا تھا ویسے ہی اپنا بیگ تھامے لفٹ میں گھس کر واپس ہو لیا۔

احسن اور رستم واپس اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے۔گھڑی کی سوئیوں نے ساڑھے چھ بجا دیے تھے۔رستم کی نظریں گلاس وال سے باہر وسیع آسمان پر جمی تھیں۔جہاں بادلوں کے زیرِ اثر سورج آنکھ مچولی کھیل رہا تھا۔

"تم جیسے مالک کے ہوتے ہوئے طیار خان کی بنائی ہوئی عمارتیں ڈھے جائیں گی۔" الفاظ کی بازگشت نے چہرے کی مسکراہٹ کو ختم کر دیا تھا۔آنکھوں میں امیدوں کی کرچیاں بکھری ہوئی تھیں۔

www.novelsclubb.com

ماں صحیح کہتی ہیں۔میں کچھ نہیں کر سکتا۔سب میری وجہ سے ہوا۔"وہ دل ہی دل میں خود کو ملامت کر رہا تھا۔اور احسن شیرازی کی نظریں اس کی درد بھری آنکھوں پر تھیں۔جو آسمان پر بکھرے بادلوں کے گالوں میں الجھ رہی تھیں۔

اگر وہ نہ بھی کہے گا تو کچھ نہ کچھ ہو جائے گا۔"احسن نے تسلی دینا چاہی۔"

تم نے کبھی چائے نہیں دیکھی؟۔"احسن کی شامت۔"

اگر تمہیں ایسے لگتا ہے تو نہایت ہی کمزور یادداشت ہے تمہاری۔"احسن شیرازی کونسا کسی سے کم تھا۔

مجھے جو بھی لگتا ہے لگے البتہ تمہاری حرکتوں سے یہ ہی لگتا ہے۔"اب۔رستم کا لہجہ نرم نہیں تھا۔

مجھ پر تو ایسے بھڑک رہے ہو جیسے لڑکے والے تمہیں چھوڑ کر مجھے پسند کر گئے ہوں۔"ناراضی سے جواب دیا لہجے میں نرمی تھی۔

رستم نے دانت بھینچے۔ہر بات پر شادی کا زکر۔یہ لڑکا بھی ناں۔

احسن چلو چلتے ہیں۔"اس کی جانب ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔جسے احسن نے بے" تکلفی سے تھام لیا اور لیپ ٹاپ بیگ تھام کر اس طرح کے ساتھ ہو لیا۔

لابی میں لگی گھڑی نے سات بجائے تو پنڈولم نے وقت کا ایک اور گھنٹہ بیتنے کا اعلان کر دیا۔شام کا وقت تھا تو ہوٹل روشنیوں میں نہا گیا۔سی فام رنگی دیواروں اور فرش کی رنگین تہوں پر سنہری روشنیوں سے خوشی کی جھلک جانب جانب پھیل رہی تھی۔یوں جیسے مصور آدھی ادھوری تصویروں میں رنگوں سے خوشی بھرتے ہیں۔وہاں موجود لوگوں کے چہرے اور آنکھیں بھی خوشی سے چمک رہی تھیں۔ مگر رستم طیار کا چہرہ بوجھل تھا۔موبائل پر رنگ ہوئی میسج نوٹیفکیشن پر موبائل ان لاک کیا تو چہرہ فرط و مسرت سے لبریز ہو گیا۔دیواریں جو چند پل قبل بے رنگ سی لگ رہی تھیں رنگوں میں نہا گئیں۔اندھیرا جو کہیں چھایا ہوا تھا برقی قمقموں کی

روشنی کے زیر اثر چھٹ گیا۔احسن شیرازی نے اسے دیکھا رستم کے لبوں کی مسکراہٹ نے اسے سب باور کرا دیا۔رستم نے اسے گلے سے لگایا۔

خوشیوں کے حصار میں سارے مناظر خوبصورت ہونے لگے تھے۔اسی لمحے اسے ادراک ہوا کہ روشنیاں ہمیشہ موجود ہوتی ہیں بس انہیں دیکھنے کی اہمیت ہوتی ہے۔اگر انسان کا دل اداس ہو تو مصنوعی روشنیاں اس کے دل کو سرشار نہیں کر سکتیں۔اس دنیا میں اگر کسی شے کی اہمیت ہے تو محض "قلبی خوشی" کی۔

رستم کا دل پر سکون ہوا تھا۔کاوشیں رنگ لائی تھیں۔سچ کی جیت ہوئی تھی۔اللہ صادقین کو کبھی ہارنے نہیں دیتا۔باطل کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو فتح ہمیشہ حق کی ہوتی ہے۔کیونکہ حق کی فتح لکھی جا چکی ہے۔ازل سے یہی ہوتا آرہا ہے ابد تک یہی ہوتا رہے گا۔

کیلنڈر پر تاریخ بیس سے بائیس ہو گئی تھی۔ دو دن بیت گئے تھے۔ان دو دنوں میں وہ گھر بیٹھے سب معاملات دیکھ رہی تھی۔ باقی کے کام وہ ایمپلائز کے ذمے لگا کر پُر سکون ہو گئی تھی۔ عدیل لمحہ بہ لمحہ اسے اپڈیٹ دے دیا کرتا تھا۔ آج کا دن اس نے جیولری شاپ میں گزارا تھا۔ ڈیلر سے ملنے اور چند ڈیزائن بنانے کے بعد وہ گھر جانے کی غرض سے جیولری شاپ سے نکلی تھی۔ اسلام آباد کا موسم خوش گوار تھا۔سیاہ فلک پر بادل چھائے تھے۔بادلوں کی گرج اور چمک زور پر تھی۔ صبح سے بارش کی بوندیں کبھی تھم جاتیں تو کبھی پورے جوبن پر برسنے لگتیں۔رات کے اس لمحے ٹھنڈی ہوا چل رہی تھیں اور ہلکی ہلکی پھوار گر رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

بگاٹی ڈیو و میں بیٹھتے ہوئے کار کو ریورس کر کے وہ روڈ پر آ نکلی۔وہ ہمیشہ کی طرح سبک روی سے گاڑی چلا رہی تھی۔بارش کی بوندوں نے سڑک کو تر کر رکھا تھا۔آسمان ایک بار پھر برسنے کو تیار کھڑا تھا۔اسی لمحے بجلی کڑکی اور بوندا باندی شروع ہو گئی تھی۔اب پھوار کی بجائے تیز بارش برسنے لگی تھی۔اس نے ابھی

دس منٹ کا فاصلہ ہی طے کیا تھا کہ ایک گاڑی تیز میوزک کی دھن پر زن سے اس کے دائیں جانب سے گزری تھی۔ کہکشاں نے ونڈو مرر سے باہر جھانکا۔ وہ گاڑی دور جاتی دکھائی دی۔ اس کا ارادہ اس گاڑی کا پیچھا کرنے کا تھا کیا معلوم کوئی کوئی دشمن بھی ہو سکتا ہے۔ مگر بگاٹی ڈیوو کی جلتی ہیڈ لائٹ کی روشنی میں سڑک پر دیکھتے ہوئے وہ شل رہ گئی۔ بارش کے پانی کے سنگ سرخ سیال نے سڑک کو بھگو دیا تھا۔ سڑک کے درمیان کوئی شخص اوندھے منہ لیٹا ہوا تھا۔ بارش کی وجہ سے سڑک پر رش نہیں تھا۔ چند ایک گاڑیاں تھیں مگر وہ اپنی منزل کی جانب رواں دواں تھیں۔ کوئی بھی اس شخص کو دیکھ کر نہیں رکا تھا ہر ایک کا مقصد جلد از جلد اپنی منزل کو پانا تھا۔ وہ بھاری دل کے ساتھ اپنی گاڑی سے اتری تھی خون دیکھ کر اس کے دل کو کچھ ہوا۔ سرخ مائع پانی میں تحلیل ہوتا دور تک پھیل چکا تھا۔ اسے ابکائی آنے لگی۔ سوچیں دماغ پر حاوی ہوئیں تھیں۔ کسی کی سازش ہو سکتی ہے اسے

www.novelsclubb.com

نقصان پہنچانے کی ؟۔ کیا کوئی تھا جو یہ چال چل رہا تھا؟ دماغ اسے واپس جانے کو کہہ رہا تھا مگر دل اس بات سے انکاری تھا کہ وہ کسی کو یوں مرتا ہو چھوڑ جائے۔

مگر وہ اس پل تمام خدشات کو پرے دھکیلتے ہوئے دل کی سنتی بوجھل قدموں سے اس شخص کی جانب بڑھنے لگی۔ چہرہ پانی سے بھیگ گیا تھا۔ بصارت دھندلی ہو گئی تھی۔ اس نے دونوں ہاتھ چہرے پر پھیرے۔

کیا تم ٹھیک ہو۔؟" وہ گھٹنوں کے بل بیٹھے اس پر جھکی اور مستفسر ہوئی۔ لیکن" دوسری جانب خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ اس نے سڑک پر نظر دوڑائی۔ اب کی بار کوئی گاڑی نظر نہیں آئی تھی۔ تبھی کسی کی اکھڑتی سانسوں نے اسے اپنی جانب متوجہ کیا۔ وہ اس کے قریب دوزانوں ہو کر بیٹھی۔ بمشکل اس شخص کو سیدھا کیا۔ وہ نیم بے ہوشی کی حالت میں پلکیں جھپک رہا تھا۔ اسکے سر اور چہرے پر خون لگا ہوا تھا۔

ہیلو مسٹر۔آر یو اوکے۔" کے کے نے اس کا گال تھپتھپایا۔اس نے بمشکل آنکھیں" کھول کر اسے دیکھا۔ایک لمحہ لگا تھا دونوں کی آنکھیں ملیں۔کے کے کو اس کی آنکھوں میں ایک الگ تاثر نظر آیا۔

"تم کوشش کرو میں تمہاری مدد کرتی ہوں اٹھنے میں۔"

کے کے نے اس کی گردن تلے ہاتھ رکھ کر اسے اوپر اٹھایا۔اس کی آنکھیں اب کی بار بند ہو چکی تھیں۔کے کے کا دل انہونی کے احساس سے دھڑکا۔کیا وہ زندہ نہیں بچا تھا؟ یہ وقت سوچنے کا نہیں کچھ کرنے کا تھا۔وہ اس کو سہارا دیتی گاڑی تک لائی۔ اور دروازہ کھولتے ہوئے اس شخص کو اندر دھکیلا وہ لڑھک کر پیسنجر سیٹ پر دراز ہوا تھا۔وہ جلدی سے ڈرائیونگ سیٹ پر آئی اور تیزی سے گاڑی آگے بڑھا لے گئی۔

اسے جلد از جلد ہاسپٹل پہنچنا تھا چاہے دنیا ادھر کی ادھر ہو جائے۔

تقریبا دس منٹ بعد وہ سٹی ہاسپیٹل میں تھی۔

ڈاکٹر۔اینی ون ہیلپ پلیز۔"اس کی صدا پر دو میل نرس جلدی سے اسٹریچر " لے آئے تھے۔

پیشنٹ کی حالت بہت کریٹیکل ہے انہیں جلدی سے آئی سی یو میں لے کر جانا" ہو گا۔"ایک سینئر ڈاکٹر اس کے اسٹریچر کے ساتھ ساتھ چلتے ہدایت دینے لگے۔ اور تبھی وہ سب اُسے لیے دروازوں کے پار غائب ہو گئے۔کے کے نے جلدی سے عدیل کو کال کر کے بلایا تھا۔تمام فارمیلٹیز پوری کر کے وہ کاریڈور میں لگے بینچ پر بیٹھی ایک ٹانگ ہلا رہی تھی۔تقریبا بیس منٹ بعد اسے عدیل کھگہ رف سے حلیے میں آتا ہوا دکھائی دیا تھا۔وہ سیدھا اس کی جانب آیا تھا۔عدیل کو وہ ساری صورتحال موبائل پر بتا چکی تھی۔

عدیل اب تم سب سنبھالو گے۔" اس نے آئی سی یو کی جانب دیکھ کر کہا تھا۔"

www.novelsclubb.com

مجھے گھر جانا ہے عبداللہ اور آپا پریشان ہو رہے ہوں گے۔" وہ متذبذب سی عدیل سے بات کر رہی تھی۔عدیل یک ٹک اسے دیکھے گیا۔ایسا پہلی بار تھا جو وہ یوں نارمل انداز میں عدیل سے گویا ہوئی تھی۔

"عدیل نے اسے دیکھا۔جس کے ہاتھوں پر خون لگا تھا۔اور لباس سیاہ ہونے کی وجہ سے خون اپنی ہلکی چھپ دکھا رہا تھا۔آنکھوں میں بے چینی سی تھی۔اپنی بات کرتے ہوئے وہ جانے لگی۔عدیل نے ہاسپٹل کے کاریڈور میں اس رحم دل لڑکی کو دیکھا جسے سب 'شیطان کی کاپی' بلاتے تھے۔

www.novelsclubb.com

"بچوں کو اڑان کے لیے پر لگانے میں معاون بھی ماں باپ ہوتے ہیں اور ان کے پر کاٹنے کے ذمہ دار بھی والدین ہی ہوتے ہیں۔ایسے والدین بچوں کو پروان تو چڑھانا چاہتے ہیں مگر زینوں کے بغیر۔جب ہر وقت بچوں کو یہ احساس دلایا جائے کہ وہ

کچھ کرنے کے قابل نہیں ہیں تو احساس کمتری کے شکار بچے قابل ہونے کے باوجود بھی کچھ کرنے کے قابل نہیں رہتے۔عام ذہنیت کا مالک بچہ بھی سراہنے والے "جانبداروں کی بنا پر اعلی مقام حاصل کر لیتا ہے۔

وہ موبائل میں اپنے کہے گئے الفاظ سن رہا تھا۔نیلی عمارت کے چھٹے فلور پر گرے تھری پیس سوٹ میں ملبوس رستم طیار آنکھیں موندے سر کو کرسی پر ٹکائے خاموش بیٹھا تھا۔ گلاس وال سے مدھم سی روشنی ہر سو پھیل رہی تھی۔ اپنے دیے گئے لیکچرز کو سنتے ہوئے وہ مناظر کلثوم بیگم کے تحقیر آمیز جملے سماعتوں سے ٹکراتے ہوئے کہیں گم ہو رہے تھے۔جہاں ان جملوں کی بازرسی سے چہرے پر درد ابھرنے لگا تھا۔وہیں باپ کی پرامید سرگوشیوں نے اسے ہمت بخشی تھی۔ اسے اپنے والد کو شکریہ کہنا تھا۔ایک خواب نے اسے ناامیدی کے جنجھال سے باہر لا پٹکا تھا۔ خالی الذہنی سے وہ سوتے ہوئے جس کرب سے گزرا تھا۔وہ اللہ کے علاوہ کسی کو نہیں معلوم تھا۔ جو آنسو اس کے تکیے میں جذب ہوئے تھے وہ اللہ

www.novelsclubb.com

نے دیکھے تھے۔ اللہ اپنے بندوں کے آنسوؤں پر خاموش کیسے رہ سکتا تھا؟ جب سب راہیں مسدود ہو گئی تھیں تو اللہ راستہ کیسے نہ بناتا؟

جب انسان درد کی انتہا پر اسے پکارتا ہے تو وہ بے آواز فریادوں کو بہت محبت سے سنتا ہے۔ محبت سے نہ صرف سنتا ہے بلکہ جس امید اور یقین سے اسے پکارا جائے وہ اس امید کو ٹوٹنے نہیں دیتا۔

ہر طرف سے ناامید ہو کر رستم طیار نے اسے پکارا تھا وہ اس در پر گیا تھا جہاں دھتکار نہیں تھی ماضی کے طعنے نہیں تھے۔ ذات پر تہمت نہیں لگائی گئی تھی۔ جہاں محرومیوں کے ٹوکرے نہیں تھمائے گئے تھے۔ بلکہ 'عطا' کیا گیا تھا۔ وہ جس کی اسے طلب تھی۔ جس مان اور یقین سے اس نے احسن کو جیتنے کا کہا تھا۔ وہ مان اور یقین خود پر نہیں تھا۔ اس ذات پر تھا جو یقین کی ڈوری کو کبھی ٹوٹنے نہیں دیتا۔ خواہ وہ ڈور ریشم کی طرح نرم ہو یا لوہے کی مانند مضبوط۔

آج خان ٹیکسٹائل کا نیا 'سی ای او' رستم طیار منتخب ہوا تھا۔ جس اقتدار کا وہ حقدار تھا اس نے وہ سنبھال لیا تھا۔ اب ذہن پر بوجھ تھا مگر اذیتوں کا نہیں ذمہ داریوں کا۔ رستم طیار ذمہ داریوں کو پورے دل سے نبھاتا تھا۔

اور جس کام میں دل لگا لو وہ تکمیل تک نہ پہنچے۔ ناممکن۔

وہ پر سکون تھا۔ آنکھیں موندے ہوئے تھا۔ ویڈیو چل رہی تھی آواز بھی گونج رہی تھی۔ مگر وہ اظہارِ تشکر کرتے ہوئے آنکھیں بند کیے اس ذات سے محو گفتگو تھا۔

اللہ سے۔

اللہ جو بولے بنا دل میں اٹھنے والے ہر سوال کا، ہر خلش کا جواب دیتا ہے۔ بنا نظر" آئے مشکلوں کے حل نکالتا ہے۔"گلاس وال سے آتی ہوئی مدھم روشنی غائب ہو گئی تھی۔ سورج زمین کی تہہ میں سما گیا تھا۔ باہر آسمان جامنی رنگ کا ہوا تھا۔ باہر کا منظر تسکین بخشنے والا تھا۔ رستم طیار کا دل بھی سکون سے بھرا تھا۔

:اس رات کے تین دن بعد

دوپہر کے دو بج رہے تھے۔وہ "کے کے کریئیشنز" میں آفس میں بیٹھی تھی۔ نظریں سامنے پڑی فائلز پر تھیں۔عدیل کھگہ اس کے سامنے کھڑا تھا۔تابعداری سے سر جھکائے۔

وہ لڑکا ڈسچارج ہو گیا۔"عدیل کی دی ہوئی فائل کو کھولتے ہوئے نرم سے لہجے" میں پوچھا۔وہ جو آفس میں کسی فالتو ٹاپک پر بات نہیں کرتی تھی خود گویا ہوئی تھی۔

یس باس۔"عدیل بھی اسی انداز میں بولا۔"

کہاں گیا۔۔۔؟اب وہ فائل پر پنسل چلا رہی تھی۔"

"پتا نہیں باس۔۔۔کہتا تھا اب مجھے معلوم ہے۔مجھے کہاں جانا ہے؟۔"

اوکے تم یہ فائل دیکھو اس میں، میں نے چیزیں ہائی لائٹ کی ہیں۔ان پر فوکس" کرنا ہے۔اور ہاں غلطی۔۔۔" نظر اٹھا کر عدیل کو دیکھا۔

نو باس.... یس باس۔" وہ سر ہلاتے ہوئے کہتے ہی فائل تھام گیا۔عدیل اس" لڑکی کو پھٹی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔جو پل بھر میں سنجیدہ ہوئی تھی۔عدیل فائل لیتے ہی آفس سے باہر چلا گیا تھا۔

وہ پھر سے کام کرنے میں مگن ہو گئی تھی۔ تقریباً دس منٹ بعد عدیل ناک کرتے ہی اندر آیا تھا۔کہکشاں نے نظریں اٹھائے اسے دیکھا۔

باس...وہ..."اس سے قبل کہ وہ بات مکمل کرتا کوئی اس کے پیچھے ہی آفس میں" آیا تھا۔

کہکشاں کی نظر عدیل سے ہٹ کر نووارد پر ٹک گئی۔

سیاہ جینز پر نارنجی رنگ کی ٹی شرٹ پہنے وہ سیاہ و متورم آنکھوں والا لڑکا تھا۔اس شخص کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی ایسی ہی ایک پٹی گلے اور بازو میں لٹکی ہوئی تھی۔اور بائیں بازو کو اس نے سینے سے لگا رکھا تھا۔اس کی چال میں لڑکھڑاہٹ تھی۔کہکشاں اس شخص کو بخوبی پہچانتی تھی۔اس نے عدیل کو ہاتھ سے جانے کا اشارہ کیا۔نووارد کی رنگت گوری تھی۔سیاہ اور موٹی آنکھیں اور ہلکی بیئرڈ،اسکے گال پر خراشیں اور مندمل ہوتے زخموں کے نشان تھے۔حلیے سے کسی امیر خاندان کا معلوم ہوتا تھا۔وہ شخص کہکشاں کو نظر بھر کر دیکھ رہا تھا۔یوں جیسے کوئی پیاسا پانی مل جانے پر پانی کو دیکھتا ہے۔یوں جیسے کوئی بچہ اپنے پسندیدہ کھلونے کو محبت سے دیکھتا ہے۔یوں جیسے کوئی بھوکا کھانے کو تکتا ہے۔

سیاہ کوٹ پینٹ میں ملبوس،گلے میں سیاہ مفلر لپیٹے،بال جوڑے میں باندھے وہ ہمیشہ والے حلیے میں تھی۔سبز آنکھیں نرم سا تاثر دے رہی تھیں۔کہکشاں کو اسکی

www.novelsclubb.com

نظروں میں کچھ کھٹکا تھا۔اسکا یوں ٹکٹکی باندھے اس کو دیکھنا بہت عجیب محسوس ہوا تھا۔اس شخص نے گہری سانس بھری اور کرسی کے پاس آ کھڑا ہوا۔

"میں بیٹھ جاؤں؟۔" کے کے نے حیرت سے اس بن بلائے مہمان کو دیکھا۔اس سے قبل کہ وہ کہتی 'جی ضرور' وہ شخص کرسی پر بیٹھ چکا تھا۔

"آپ نے مجھے ہاسپٹل پہنچایا۔شکریہ۔"

"میں نے آپ کی مدد کی۔آپ کو ہاسپٹل نہیں پہنچایا۔ہاسپٹل آپ اس کی وجہ سے پہنچے جس کی گاڑی نے آپ کو ٹکر ماری تھی۔" سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

"سو کے کے جی آپ نے میری مدد کی شکریہ۔" اب وہ لائن پر آیا تھا۔اسکا نام شاید اسے ہاسپٹل والوں نے بتایا تھا۔نووارد نے ہاتھ بڑھایا جسے کے کے نے بنا تھامے ہی نووارد کو دیکھا۔اب سبز آنکھوں میں نرمی نہیں تھی۔

اوہ بس یہی کہنا تھا۔آپ جا سکتے ہیں۔"مہذب انداز سے کہکشاں نے جملہ ادا"
کیا۔رویے سے لگ رہا تھا کہہ رہی ہے'دفع ہو جاؤ'۔

آپ سے پھر ملنا ہو تو؟۔"اس شخص نے پوچھا تھا۔"

ہم پھر کیوں ملیں گے ؟۔"درشتی سے پوچھا۔"

آپ کی رقم واپس کرنی ہے۔"اس نے ماتھے پر بندھی پٹی پر ہاتھ مارتے ہوئے"
تھا۔

"اس کی ضرورت نہیں۔"

پھر بھی..."نووارد بولا تھا۔"

دیکھیے میرا وقت نہایت قیمتی ہے۔میں نے آپ کی مدد کی مجھے یہ احساس مت"
دلائیں کہ میں نے کچھ غلط کیا ہے۔"وہ خود تو خوبصورت تھی مگر اس کی زبان

www.novelsclubb.com

کڑوی تھی۔وہ شخص کلس کر رہ گیا۔ہنستے ہوئے خفت چھپائی۔وہ بھی تو حد سے بڑھ رہا تھا۔جب اسے اپنے کام میں مصروف دیکھا تو شرمندہ ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔

کچھ پلایا بھی نہیں۔ ہاسپیٹل میں ہزاروں دے سکتی ہے دو سو روپے کی کافی نہیں) پلا سکتی۔)نووارد شاید اس کے ساتھ وقت بیتانا چاہتا تھا۔اس کے رویے سے سلگ کر باہر کا رخ کر گیا۔

سنہری صبح طلوع ہوئی تھی۔رستم طیار کی خوشی کا ٹھکانہ تک نہ تھا۔تمام کام ورکرز کے ذمے لگا دیے گئے۔ایونٹ کی تیاریاں اپنے عروج پر تھیں۔

ان دنوں جس کو وہ بہت مس کر رہا تھا وہ احسن شیرازی تھا۔احسن شیرازی رستم کا کام کر کے کراچی جا چکا تھا۔

یہ دوپہر تین بجے کا منظر تھا۔اس پل وہ پریم چند کے ہمراہ گراؤنڈ فلور کے آفس میں تھا۔وہ میز پر رکھی فائلز میں سے ایک کو کھولے اس پر سائن کر رہا تھا اور ساتھ ساتھ رپورٹس بھی چیک کر رہا تھا۔سکرین میں باہر کے منظر کی سی سی ٹی وی فوٹیج دیکھتے ہوئے وہ اپنی جگہ شل ہوا تھا۔کیمرے کے منظر میں کوئی شخص گارڈ کے ساتھ بدتمیزی کر رہا تھا۔رستم نے سکرین سے نظر ہٹا کر سوالیہ نظروں سے پریم چند کو دیکھا۔جس پر پریم چند صورتحال جاننے کے لیے باہر چلا گیا۔

اب دوبارہ وہ باہر چلتے منظر کو سکرین پر دیکھ رہا تھا۔اس شخص نے پریم چند کی گال پر تھپڑ رسید کیا تھا۔رستم نے جبڑے بھینچ لیے تھے۔وہ تن فن کرتا باہر آیا تھا۔چند ایک ورکرز نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔مگر وہ خارجی دروازہ کھولتے باہر نکلا اور زینے پھلانگتا راہداری عبور کر کے گیٹ تک آیا۔

کیا مسلہ ہے۔؟"اپنی بھاری گرج دار آواز میں اس نے پوچھا۔"

میرا مال واپس کرو"وہ شخص بدستور بولا تھا۔"

www.novelsclubb.com

کیسا مال؟"رستم نے غصے اور حیرانی کے ملے جلے تاثرات لیے پوچھا تھا۔"

وہی جو تیرے بھائی نے کھایا ہے۔"اُسکی بات پر رستم نے ضبط سے مٹھیاں بھینچیں تھیں۔"

کیا مطلب"پریم چند نے سوال کیا تھا۔"

"اُس نے مجھ سے قرض لیا تھا۔"

قرض۔"رستم نے ہاتھ ڈھیلے چھوڑ دیے تھے۔یہ لڑکا اسے کہاں کہاں ذلیل کروانے والا تھا۔"

www.novelsclubb.com

"کتنی رقم تھی؟"

سر ہو سکتا ہے یہ جھوٹ بولا رہا ہو۔"پریم چند نے اطلاع دی۔"

کتنی رقم تھی؟"۔اس نے پھر سے پوچھا۔"

پچاس ہزار۔"رستم نے رقم سنتے ہی غصے پر قابو پانے کے لیے پیشانی کو مسلا تھا۔"

"شام میں آکر اس سے لے لینا۔"

وہ شخص یہ بات سن کر پلٹا تھا۔

رکو "رستم کی آواز پر وہ رکا۔"

معافی مانگو "رستم نے اسے گریبان سے کھینچتے ہوئے پریم چند کے سامنے کیا تھا"

۔اس شخص نے قہر بار نظروں سے رستم کو دیکھا تھا۔پریم چند سے معافی مانگنے کے بعد وہ شخص چلا گیا تھا۔مگر اسکی نظروں میں آگ بھڑک رہی تھی۔شاید بدلے کی۔

اس شخص سے معافی اگلوانا رستم کی زندگی میں کیا طوفان لائے گا۔کون جانے؟

بگاٹی ڈیوو سفید محل کے پورچ میں آکر رکی تھی۔وہ گاڑی سے باہر نکلی تو نظر لان میں کرسی پر بیٹھے رحیم خان پر ٹھہر گئی۔

لالہ آپ ابھی تک یہاں ہیں؟۔"اس نے حیرانگی سے دریافت کیا۔"

ہاں کے کے بٹیا چھٹی چاہیے تھی تو میں آپکا انتظار کرتا رہا تھا۔"رحیم خان نے" گھبراہٹ سے کہا تھا۔

تو آپ زارا آپا کو بتا دیتے۔"نرم لہجے سے اس نے کہا تھا۔"

"میں کہہ دیتا لیکن وہ مصروف ہیں۔"

(ایسا بھی کیا کام تھا جو وہ اتنی مصروف ہیں؟)وہ ابھی سوچ ہی رہی تھی کہ رحیم خان اسکے تاثرات سمجھتے ہوئے پھر سے بولے۔

www.novelsclubb.com

آپ کے دوست آئے ہیں ناں تو وہ انکی مہمان نوازی میں مصروف تھیں۔میں" نے پریشان کرنا مناسب نہیں سمجھا۔اگر پوچھ بھی لیتا تو انہوں نے آپ سے پوچھنے "کا ہی کہنا تھا۔

کہکشاں پل میں حیران ہوئی تھی دوست ؟اسکا تو کوئی دوست نہیں تھا پھر یہ کون سا دوست تھا جو یہاں تک آگیا تھا؟

کتنے دن کی چھٹی چاہیے ؟"حیرانگی پر قابو پاتے پوچھا۔"

"بیٹا دو دن کی۔"

کوئی بات نہیں کوئی بات نہیں لالہ آپ بے فکر رہیں۔"رحیم خان پہلے بھی چھٹی" لے کر اپنے گاؤں جاتے رہتے تھے۔اس لیے کہکشاں نے رضامندی دے دی۔

اسکا ذہن تو اپنے دوست کے اندازے لانے میں مگن تھا۔

یہ کہتے ہی وہ سوچوں میں گم سفید محل میں داخل ہوئی۔

وہ دالان میں داخل ہوتے ہی بائیں جانب مڑی تھی۔ تیز تیز قدموں سے ڈرائنگ روم میں آئی تھی۔ڈرائنگ روم کی دیواریں سفید رنگی تھیں۔ سیلنگ والی چھت کے بیچوں بیچ لٹکتا فانوس سنہری روشنی پھیلا رہا تھا۔ڈرائنگ روم میں سیاہ صوفوں کے درمیان لگی شیشے کی میز مختلف انواع کے بعام سے سجی تھی۔ان صوفوں میں سے ایک پر وہ وجود بیٹھا تھا۔ جس سے وہ انجان نہیں تھی۔اسے دیکھ کر کہکشاں کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔وہ غصے سے لال بھبھوکا ہوتے ہوئے اس شخص تک پہنچی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے مسٹر۔؟"

www.novelsclubb.com

اس شخص نے سیاہ آنکھیں اٹھاتے ہوئے کہکشاں کو دیکھا جس کا چہرہ غصے سے سرخ تھا اور آنکھیں قہر برسا رہی تھیں۔

آگئی ہیں آپ۔کب سے انتظار کر رہا تھا میں آپ کا۔"وہ اس انداز میں بولا جیسے " برسوں کا تعلق ہو۔کہکشاں کا ضبط جواب دے گیا تھا۔غصے سے اسکا گریبان دبوچ لیا۔درد سے وہ کراہا۔اسکا شاید بازو دُکھا تھا۔

اتنا بھی کیا غصہ؟"اس نے فوراً پوچھا۔شاید اسے اس رویے کی امید نہیں تھی۔"

غصہ مائی فٹ...ابھی کے ابھی یہاں سے نکلو۔"آپ والا تکلف اس بار اس نے " نہیں کیا تھا۔

ارے،ارے...میں تو آپ کی رقم لوٹانے آیا تھا۔آپ برا ہی مان گئیں۔"وہ" گریبان چھڑوانے کی تگ ودو کرنے لگا۔

گیٹ لاسٹ۔" گریبان چھوڑتے ہوئے اس نے ڈرائنگ روم کے دروازے کی" جانب اشارہ کیا۔

یہ لیں پیسے...آدھے ہیں۔باقی کے کل دینے آؤں گا۔"وہ اسی انداز میں بولا۔"

www.novelsclubb.com

تم... تم ناں جاؤ یہاں سے۔"اس نے دانت بھینچے۔"

"دیکھو جی میں کسی کا ادھار نہیں رکھتا۔خوبصورت لڑکیوں کا تو بلکل بھی نہیں۔"

اس نے پیسوں کو میز پر رکھا۔کہکشاں محض اسے گھور ہی سکی۔

باقی کی رقم رہنے دینا۔ابھی کے لیے نکلو۔"اس نے اب پہلے کی نسبت نرمی سے" کہا تھا۔

کیوں جی؟مجھے کیا بھکاری سمجھ رکھا ہے؟۔"وہ شخص مزید بولا۔"

دیکھو!مجھے بار بار نرمی برتنے کی عادت نہیں ہے۔"وہ ابھی گھر کا لحاظ کر رہی" تھی۔ورنہ اس شخص سے نپٹنا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔

آپ یہی چاہتی ہیں ناں کہ میں دوبارہ آپکے گھر نا آؤں؟"اس نے تصدیق کے" لیے کہکشاں کو تکا۔

ہاں۔"یک لفظی جواب۔"

"اور آپکے پیسے؟"

نہیں چاہئیں۔چاہے تو یہ بھی رکھ لو."اس نے جان چھڑوانا چاہی۔"

"ایک شرط پر۔"

کہکشاں نے حیرانی سے اسے دیکھا۔مگر بولی کچھ نہیں۔بولتی بھی تو کیا؟ناجانے کونسی شرط وہ رکھنے والا تھا۔

اچھا نہیں...تو کوئی بات نہیں کل ملتے ہیں۔کھانا بہت اچھا تھا۔اور آپکی اماں" بھی۔"خود ہی جواب دیتے ہوئے وہ شخص صوفہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

www.novelsclubb.com

"بکو۔"

اس شخص کا چہرہ کھل اٹھا۔

سیاہ آنکھیں خوشی سے چمکیں۔

"ایک کپ کافی۔"

کہکشاں کا دماغ بھک سے اڑا۔وہ اسے جلد از جلد یہاں سے نکالنا چاہتی تھی اور اسے کافی پینی تھی۔

"مل جائے گی۔یہاں نہیں ہوٹل میں۔"

"اتنا ہی کمینہ سمجھ رکھا ہے؟میں پلاؤں گا آپکو۔شکریہ تو بنتا ہے ناں۔"

کہکشاں نے سبز آنکھیں اس پر گاڑھیں۔اس شخص نے میز پر پڑے پیسے اٹھا لیے۔وہ اسے کھینچتے والے انداز میں پورچ میں لے آئی۔

وہ بگاٹی ڈیوو میں بیٹھی۔اس شخص نے پیسنجر سیٹ سنبھالتے ہوئے اسے تکا۔اسی پل زارا آپا صدر دروازے میں آئیں تھیں۔انہوں نے ہاتھ میں کافی سے بھرا کپ تھاما ہوا تھا۔کہکشاں نے بیک ویو مرر سے انہیں دیکھا۔اب وہ پل کی دیر نہیں کرنا چاہتی تھی۔وہ گاڑی زن سے گیٹ سے باہر لے گئی جسے چوکیدار نے اسے دیکھتے ہی کھول دیا تھا۔

وہ دونوں برنِنگ براؤنی کیفے میں ایک دوسرے کے مقابل بیٹھے تھے۔وہ شخص کافی پی رہا تھا۔ جبکہ کہکشاں کے سامنے کافی کا بھرا کپ ویسے ہی پڑا تھا۔ سفید دھار سے اس پر بنا دل اپنی ناقدری پر ماتم کناں تھا۔۔ "مجھے تو یہ تھا دل والی کافی پیئے گی تو کام بن جائے گا یہ تو دیکھ بھی نہیں رہی۔ہائے رے میرا دل۔"وہ شخص بے آواز خود کلامی کر رہا تھا۔اور وہ ہاتھ سینے پر باندھے بیٹھی تھی۔ چہرے پر غصہ تھا۔

آپ بھی پیئیں ناں۔"اس شخص نے اسے یوں ہی بیٹھے دیکھ کر کہا تھا۔ جس پر" کہکشاں نے جن اکھیوں سے اسے دیکھا تھا امید تھی کہ اب وہ کچھ نہیں بولے گا۔

آپ بہت اچھی ہیں۔"کہکشاں نے نظریں گھمائیں 'واٹ ایور'۔اسے بس جان" چھڑانی تھی۔وہ کچھ نہ بولی۔اتنے میں ویٹر بل لے کر آیا تھا۔اس شخص نے بل ہے کرنا چاہا مگر کہکشاں نے بھاری ٹپ کے ساتھ بل ہے کیا۔

"بل میں نے پے کرنا تھا۔"

کے کے کسی کا احسان نہیں رکھتی۔" کہکشاں اٹھ کھڑی ہوئی۔"

"سن تو لیجئے۔"

وہ شخص پھر سے بولا۔

"تم جانتے نہیں ہو میں کون ہوں۔"

میں جانتا ہوں۔ میں جان گیا ہوں۔ جان تو میں اسی پل گیا تھا جب پہلی بار آپ کو" دیکھا تھا۔ (آنکھوں کے سامنے اس رحم دل لڑکی کا چہرہ لہرایا جس نے سیاہ بھیگتی رات میں اس سے کہا تھا میں تمہاری مدد کرتی ہوں) آپ وہ ہو جو سمجھ بوجھ والے کو پاگل کر دے اور کسی پاگل کو دیوانہ بنا دے۔ جو پریوں سے زیادہ حسن رکھتی "ہے۔ اور تاروں سے زیادہ چمکتی ہے۔ جس کا کہا حرفِ آخر اور دیکھا بصرِ ابد ہے۔

www.novelsclubb.com

اس نے آنکھوں میں جذبات کا سمندر لیے مٹھیاں بھینچ کر کھڑی اپسرا کو دیکھا۔ کہکشاں کو اس کی نظروں سے کوفت ہوئی.

"ہوش میں ہو تم؟ پی رکھی ہے؟ یا سستا نشہ کرتے ہو؟۔"

رئیس خاندان کے سپوت کو سستا نشہ زیب نہیں دیتا۔" اس نے ہنستے ہوئے" جواب دیا۔اسکی بات پر وہ پلٹ گئی۔اب سب اسکی برداشت سے باہر تھا۔کیا بھروسہ وہ اس شخص کا گلہ دبا دیتی۔

آپ تک رسائی حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"اس شخص کی آواز نے اسکے بڑھتے" قدموں کو ساکت کر دیا۔

www.novelsclubb.com

مجھ تک رسائی حاصل کرنے کا خیال تمہیں جہنم تک کی رسائی دلوا دے گا۔اسٹے" اوے فرام می۔"اس نے بلند آواز میں کہا۔اسکے بعد وہ رکی نہیں تھی ۔وہ شخص بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے بے اختیار ہنستا چلا گیا۔

جسٹ ویٹ اینڈ واچ۔"اس نے سرگوشی کی۔"

شہر تھا روشنیوں کا، موسم سرد چلتی ہواؤں کا اور وقت تھا سورج ڈھلنے کا۔ غروبِ آفتاب کا سماں اس شہر کی خوبصورتی میں چاندنی بھر رہا تھا۔ روشنیوں میں نہائی سڑکوں سے چلتے پُرامن ہواؤں میں سانس لیتے، موسم کی نظارے سمیٹتے، شیرازی فیشن ہاؤس کا رخ کرو تو مصنوعی ٹمٹماتے قمقموں کے اجالے سے تم دھنگ رہ جاؤ گے۔ روح خوش ہو جائے گی، من جھوم اٹھے گا۔ دماغ تمہیں وہاں رکنے پر مجبور کر دے گا۔ فیشن ہاؤس کے داخلی راستے میں کھڑا شخص تمہیں سلام کرتے ہوئے عزت بخشے گا۔

اس پر سلامتی بھیجتے ہوئے اندر آؤ تو ہر طرف گہما گہمی کا سماں تھا۔ رنگ برنگی لائٹوں نے ہر سو اجالا پھیلایا ہوا تھا۔ قمقموں کی سنہری روشنی، چمکدار سنگ مرمر کا

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

فرش،اطراف کی دیواروں کی دلکشی سے نظر ہٹاؤ تو سامنے بڑا سا سٹیج تھا۔جس کے پیچھے ہی سکرین نصب تھی۔سکرین پر ناموروں کی تصویریں رونما ہو رہی تھی۔ کبھی ایک کی... کبھی دوسرے کی... تو کبھی تیسرے کی۔

ہوٹل میں موجود لوگوں میں رستم طیار سیاہ تھری پیس سوٹ میں ملبوس تھا۔بال جیل سے سیدھے کیے ہوئے تھے۔کلائی پر راڈو کی گھڑی تھی۔پیروں کی قینچی بنائے ہاتھ پینٹ کی جیبوں میں اڑسے ہوئے تھے۔پر کشش ماحول میں رستم طیار نے خوبصورتی کے سارے ریکارڈ توڑ دیے تھے۔احسن شیرازی بھی سیاہ تھری پیس سوٹ میں ملبوس غضب ڈھا رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

"تم کیسے ہو رستم؟۔"کوئی ادھیڑ عمر آدمی اس کے پاس آ کر رکے تھے۔جب وہ احسن سے باتیں کرنے میں مگن تھا۔

رستم محبت بھرے انداز میں آگے بڑھتے اس شخص کے گلے لگا تھا۔اس شخص کے بال سیاہ نہیں تھے اور پوری طرح سفید بھی نہیں تھے۔عمر کے لحاظ سے تھری پیس

سوٹ میں ملبوس گندمی رنگت والا وہ شخص کافی توانا لگ رہا تھا۔ بالوں سے عمر کی زیادتی جبکہ گیٹ اپ سے وہ جوان معلوم ہو رہا تھا۔

ماموں آپ کا کیا حال ہے؟۔"رستم کے سوال پر اقبال شرازی نے پلکیں جھپکتے" گردن کو دائیں جانب حرکت دی۔ جواب تھا کہ وہ تندرست ہیں۔ اب وہ دونوں گفتگو کر رہے تھے۔ رستم ہال کے بیچوں بیچ کھڑا تھا۔ وہاں کرسیاں لگی ہوئی تھیں۔ سٹیج کی بیک پر لگی سکرین پر منظر ابھی بھی چل رہے تھے۔

بات کرتے ہوئے اقبال شیرازی کسی کے آواز لگانے پر رستم کو ایک منٹ کا کہہ کر دوسری جانب متوجہ ہوئے تھے۔ صدر دروازے سے دیکھو تو دائیں دیوار کے آگے شیشے کے کیسز تھے۔ جن میں پراڈکٹس ڈسپلے کیے گئے تھے۔ لوگ دلچسپی لے کر پراڈکٹس کو دیکھ رہے تھے۔ جبکہ بائیں دیوار پر شاندار مصوری، شاہی آراستگی اور نفیس مصنوعات کی انتہائی خوبصورتی دیکھنے کو ملے گی۔

جوتے، کپڑے، بیگز اور جیولری کو ڈسپلے باکسز میں رکھا گیا تھا۔ جبکہ کپڑوں کو مجسمے پہنے شو کیسز میں کھڑے تھے۔رستم کی نظر ان مردوں اور عورتوں جو پراڈکٹس دیکھ رہے تھے، سے پھسلتی سامنے صدر دروازے پر ٹکی تھی۔ نیوی بلیو تھری پیس سوٹ میں ملبوس ہاتھ میں بیگ تھامے رستم کا کولیبوریٹر اندر آیا تھا۔ اس کے ہمراہ تین لڑکیاں بھی تھیں۔رستم نے مسکراہٹ کے ساتھ آگے بڑھ کر اس شخص کا استقبال کیا تھا۔اس کے پیچھے کھڑی دونوں لڑکیوں نے ہیلو کہا تھا۔جبکہ اس شخص کے ہمراہ کھڑی لڑکی نے 'ہیلو' کہنے کی زحمت نہیں کی تھی. وہ سر جھکائے اپنے موبائل پر کچھ ٹائپ کر رہی تھی۔جس کے برعکس رستم طیار نے بھی اس پر بھیجنے والی سلامتی کو سمیٹ لیا تھا۔

www.novelsclubb.com

"آنے میں کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی؟"

ارے نہیں سر پریشانی کیسی؟۔"رستم کے سوال پر اس شخص نے بڑے اطمینان" سے جواب دیا تھا۔میڈیا والے بھی وہاں موجود تھے۔کیمرا مینز ہاتھوں میں

کیمرے تھامے ہر منظر کو کیمرے کی آنکھ میں مقید کر رہے تھے۔ایونٹ شروع ہونے میں ابھی دو گھنٹے باقی تھے۔اقبال شیرازی آتے ہی سب سے پہلے اس لڑکی سے ملے تھے۔جس نے رستم کو دیکھا تک نہیں تھا۔

"پلیز بیٹھیں ناں۔"

آنے والوں نے اقبال شیرازی کے کہنے پر نشستیں سنبھالی تھیں۔ویٹر نے ٹھنڈا پیش کیا تھا۔رستم طیار کو فون پر کال ریسیو ہوئی تھی۔مدھم موسیقی کے حصار سے نکلتے ہوئے سٹیج کی بائیں جانب بنے دروازے کے پار چلا گیا۔وہاں سے بات کرتے کرتے وہ ایک کمرے میں داخل ہوا تھا۔لمبی راہداری کے دونوں اطرف کمرے تھے۔ان کمروں میں کولیبوریٹرز کو اپنا سامان رکھنے کی جگہ دی گئی تھی۔رستم اور اس کے کولیبوریٹر کو جو کمرہ ملا تھا۔اس کمرے کے ایک کونے میں میز تھی۔جس کی اطرف دو کرسیاں لگی تھیں۔رستم فون پر کسی کو جھڑک رہا تھا۔

ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ابھی ایونٹ شروع ہو جائے گا۔"وہ غصے سے پھٹ پڑا تھا۔"

بات کرتے ہوئے کمرے کی چھت کو دیکھا جس پر پنکھا سست رفتاری سے چل رہا تھا۔ ہینگرز پر کپڑے لٹکے ہوئے تھے۔میز پر ڈبوں کا ڈھیر لگا تھا۔سامنے والی پوری دیوار میں شیشہ نصب تھا۔اور عقبی دیواروں پر الماریاں تھیں۔فرش پر جگہ جگہ سٹولز پڑے ہوئے تھے۔اے سی شاید کراچی کی گرمی کی وجہ سے ٹھیک سے کام نہیں کر رہا تھا۔

پریم چند"اس کی آواز بلند ہوئی تھی.پریم چند کے ناجانے کس جملے پر اس کی" شامت آئی ہوئی تھی۔رستم نے کال کاٹتے ہوئے احسن کو کال ملائی تھی۔رستم نے فون کو میز پر رکھا اور کوٹ اتارتے ہوئے کرسی پر لٹکا لیا۔کف لنکس اتار کر پاکٹ میں رکھے۔آستینوں کو کہنیوں تک موڑ لیا۔

اف یہ گرمی آج کل تو مجھے کچھ بھی برداشت نہیں ہوتا"خود کلامی کرتے ہوئے' شیشے میں دیکھتے بال سیٹ کر رہا تھا.اب وہ شیشے کے بالکل پاس کھڑا تھا۔احسن کی

www.novelsclubb.com

فون سے آتی مدھم آواز پر فون کان سے لگایا۔دھیان ابھی بھی شیشے میں نظر آتے اپنے عکس پر تھا۔

یار کیا بکھیڑا کھڑا کر دیا ہے پریم چند نے "احسن سے شکوہ کرتے اس کی نظر شیشے میں نظر آنے والے کسی دوسرے وجود کے عکس پر ٹکی۔

قریب کے سارے منظر دھندلانے لگے تھے۔اگر کچھ واضح تھا تو سبز آنکھیں۔ سبز آنکھیں اسے خود کی جانب متوجہ کر رہیں تھی۔شیشے میں نظر آتی آنکھوں کو بغور دیکھتے ہوئے اس نے مبہوت ہو کر انگلیوں کے پوروں سے شیشے کو چھوا۔دل الگ لے پر دھڑکا تھا۔احسن کی آواز کہیں گم سی لگنے لگی تھی۔

www.novelsclubb.com

رستم کہاں کھو گئے؟"احسن کی آواز نے سحر کو توڑا۔"

ہاں ہاں ادھر ہی ہوں۔رکو میں کال بیک کرتا ہوں "کہتے ہوئے فون کاٹا اور" پلٹا۔

نظر سٹول پر بیٹھی خوبصورت اور نازک دوشیزہ پر ٹھہر گئی۔ وہ جو پہلے شیشے کی جانب دیکھ رہی تھی اب موبائل کی سکرین پر نظریں جمائے بیٹھی تھی۔رستم نے خود کو کمپوز کیا۔سنجیدگی سے اسے دیکھا۔یہ کمرہ تو صرف اونرز کے لیے تھا۔پھر کولیبوریٹر کے ساتھ آنے والی ورکر یہاں کیا کر رہی تھی۔؟

ایکسکیوزمی... مس آپ کی تعریف؟۔"تحکمانہ انداز سے پوچھا۔"

آپ سے برداشت نہیں ہو گی۔" وہ دوبدو بولی۔وہ جو مقابل تھی کوئی ٹیڑھی" شے تھی۔اس کی نظریں ہنوز سکرین پر تھیں۔رستم کے چند پل قبل خود سے بولے گئے جملے کو شاید وہ سن چکی تھی۔رستم کو لمحہ بھر میں ادراک ہوا کہ وہ دوشیزہ خوبصورت تو تھی مگر نازک نہیں۔رستم کا تو مانو اب گرمی سے بدن جلنے لگا تھا ۔دماغ بھک سے اڑا۔'واٹ ایور'غصے سے کہتا ہوا دروازے سے باہر نکل گیا. جاتے ہوئے دروازہ زور سے مارنا نہ بھولا.

آج کا دن اتنا خراب کیوں ہے؟" وہ بڑبڑاتا ہوا آرہا تھا کہ احسن اسے سامنے ہال میں دکھ گیا۔

احسن ایک ماڈل کم ہے اب کیا ہوگا؟" اس کے پاس آتے وہ پریشانی سے احسن" سے گویا ہوا۔

ڈیڈ کو بولا ہے۔ وہ کہہ رہے تھے میں ارینج کرتا ہوں۔ تم نے یہ حالت کیوں بنائی" ہے خود کی؟" احسن نے اسے دیکھا جس کا حلیہ بگڑا ہوا تھا۔ اور رنگت اڑی ہوئی تھی۔ رستم لمحہ بھر میں پر سکون ہوا تھا۔

اوہ ہاں میں ابھی آیا" رستم کوٹ لینے کی غرض سے واپس روم کی جانب بڑھ رہا" تھا۔ موبائل پر کوئی میل آئی تھی شاید۔

نوٹیفکیشن دیکھتے ہوئے وہ کسی وجود سے ٹکرایا۔ ٹکرانے والے نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔

بھوری آنکھیں سبز آنکھوں سے ٹکرائیں۔سبز آنکھوں کی چمک نے بھوری آنکھوں کو بے قابو کر دیا۔ اس نے دیوانوں کی طرح ان آنکھوں کو اپنی ملکیت سمجھ کے تکا۔یوں جیسے قیس تکتا ہو لیلی کو۔جیسے رانجھے نے ہیر کو نظروں میں سمایا ہو۔سبز آنکھوں میں بھوری آنکھوں کا عکس سما گیا۔اس نے پلکیں جھپکیں۔ مسحور کن آنکھوں کا سحر زائل ہو گیا۔

ہاتھ میں موبائل لیے وہ لڑکی غصے سے اسے گھور رہی تھی۔وہ بنا کچھ کہے آگے بڑھنے والی تھی کہ رستم اس لڑکی کے آگے کھڑا ہوا۔

محترمہ آپ اپنا چشمہ لگتا ہے گھر بھول گئی ہیں۔"اس لڑکی کی آنکھوں کا تاثر اب" رستم پر نمایاں ہوا تھا۔استہزائیہ نگاہیں تھیں۔وہ لڑکی بائیں جانب سے آگے بڑھ گئی۔رستم سر جھٹکتے ہوئے راہداری میں چل پڑا۔

وہ جب سے واپس آیا تھا احسن کو وہی روداد اسنا رہا تھا۔اب وہ ہال میں دائیں بائیں دیکھ رہا تھا۔

"کیا ہوا کسے ڈھونڈ رہے ہو۔؟"احسن نے رستم کو متلاشی نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ نہیں دوبارہ مل جائے پھر بتاتا ہوں۔"رستم کو تو جیسے آگ لگی ہوئی تھی۔اچھا مذاق بنایا تھا اس لڑکی نے۔

"لڑکی خوبصورت تو نہیں؟"

ہاں یار۔"رستم نے بے دھیانی میں جواب دیا۔"

"کیا بات کر رہے ہو؟۔"وہ خوشی سے پھولے نہ سمایا۔احسن کو تو جیسے بات کرنے کے لیے نیا اور دلچسپ ٹاپک مل گیا تھا۔

"ویسے تم منہ بند رکھو گے تو بہتر رہے گا۔"اس سے بات کرتے ہوئے رستم کی نظر اس لڑکی پر جمی جو میڈیا والوں کے بیچوں بیچ کھڑی تھی۔

وہ رہی۔اس کو تو میں بتاتا ہوں مجھ سے الجھنے کا انجام کیا ہوتا ہے؟۔" یہ کہتے وہ رکا" نہیں تھا۔

ارے یہ تو..." احسن کے لفظوں کو سنے بنا ہی وہ چل دیا تھا۔ پیچھے احسن نے اپنا" ماتھا پیٹا۔

" کے کے کریئیشنز نے خان ٹیکسٹائل کو کیوں چنا؟۔"

بتایئے کے کے میم" اینکر نے مائک اس لڑکی کے سامنے کیا۔اس کے الفاظ پر" رستم کے قدم زنجیر ہوئے تھے۔

خان ٹیکسٹائل کرائسز کا شکار تھی تو آپ نے خان ٹیکسٹائل کو کولیبریشن کے لیے" کیوں چنا؟۔" اینکر مزید بولی۔رستم نے حیرت بھری نگاہوں سے اس لڑکی کے ہمراہ کھڑے شخص کو دیکھا جسے وہ کے کے سمجھتا تھا۔اگر کے کے کریئیشنز کی اونر وہ تھی تو نیوی بلیو تھری پیس سوٹ میں ملبوس وہ شخص کون تھا؟

میم پلیز بتایئے۔"اینکر نے پھر سے کہا۔اس حقیقت نے رستم کے قدموں تلے سے زمین کھینچ لی تھی۔دل اچھل کر حلق میں آیا تھا۔

"رستم طیار کے بارے میں کچھ بتایئے۔"

اب کی بار کہکشاں نے مائک تھام لیا۔رستم نے بمشکل حلق میں ابھرتی گلٹی کو نیچے اتارا۔اور اس کی جانب دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔جہاں رستم کی آنکھوں میں سب منجمند کر دینے والا برف سا تاثر تھا۔وہیں کہکشاں کی آنکھوں میں آگ سا تاثر تھا سب جلا کر راکھ کر دینے والا۔

"رستم نے گردن موڑ کر سوالیہ نظروں سے احسن کو تکا۔"کہ اب کیا ہو گا؟

گئی مچھلی پانی میں...چھپک"احسن نے باقاعدہ ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہوئے" تالی بھی پیٹی۔

ہوٹل کی چمچماتی روشنیوں میں اسے اندھیرے کا گمان ہونے لگا۔اندھیرا بہت خوفناک تھا۔وہ اس لمحے بھی انکار کر سکتی تھی۔کیا یہ کانٹریکٹ بھی ہاتھ سے جائے گا؟یہ سوچتے ہوئے رستم نے اس لڑکی کو دیکھا جو سیاہ سوٹ میں ملبوس سیریئل کلر معلوم ہو رہی تھی۔بے اختیار اس نے سوچا کہ وہ اس کے بارے میں کچھ اچھا تو نہیں بولے گی۔اور اچھا بولے بھی تو کیوں؟رستم کے ذہن میں بس ایک ہی سوال تھا کہ وہ کیا کہے گی؟

(....جاری ہے)

www.novelsclubb.com